عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۶ | ۱۰ تا ۱۷ ر رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۸ تا ۱۵ ر اپریل ۱۷ء | شمارہ: ۱۴

اسلام کا معاشرتی نظام

صد سالہ تاسیس جمعیۃ کا عالمی اجتماع

مغربی تہذیب کا تضاد

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

پڑوسیوں کی حقوق

س:......اسلام میں پڑوسیوں کی بہت حقوق بتائے گئے ہیں؟ اگر پڑوسی ایسے ہوں کہ ہر وقت پریشان اور تنگ کرتے رہتے ہوں۔ اُن کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہو اور وہ بالکل بھی احساس نہ کریں اور کوئی انسانیت نہ دکھائیں تو ایسے پڑوسیوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہئے؟ کیا ان سے قطع کلامی اور بات چیت بند کرنے کی گنجائش ہے؟

ج:......پڑوسیوں کے حقوق کے متعلق ہماری شریعت میں بڑی تاکید بیان ہوئی ہے مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو پڑوسیوں کو ایذا پہنچائے وہ مومن کی صف سے خارج ہے یعنی کامل مومن نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واللّٰہ لایؤمن واللّٰہ لیؤمن واللّٰہ لا یؤمن قیل: من یا رسول اللّٰہ؟ قال الذی لایؤمن جارہ بوائقہ۔" (مشکوٰۃ ص:۴۲۲، طبع قدیمی)

ترجمہ: "اللہ کی قسم مومن نہیں ہوگا، اللہ کی قسم مومن نہیں ہوگا، اللہ کی قسم مومن نہیں ہوگا۔ عرض کیا گیا: کون؟ یا رسول اللہ! تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں۔"

اس لئے آپ اپنی طرف سے اُن کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہیں ان کو کسی طرح کی ایذا نہ پہنچائیں اور ان کی ایذاؤں پر صبر کریں، تو اس پر آپ لوگوں کو اجر و ثواب حاصل ہوگا اور ان شاء اللہ! آپ کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر وہ بھی ایذا رسانی سے باز آجائیں گے۔ قطع کلامی کی بجائے معاملات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کریں۔

دورانِ تلاوت بات چیت کرنا

س:......کیا قرآن شریف پڑھتے ہوئے کوئی بات یا گفتگو کرنا منع ہے اور سلام کا جواب بھی نہیں دینا چاہئے؟ کیا یہ بات درست ہے؟

ج:......قرآن کریم کی تلاوت کے آداب میں سے ہے کہ دورانِ تلاوت بلا ضرورت دنیاوی گفتگو نہ کی جائے۔ ہاں اگر کوئی ضروری بات ہے یا کسی نے کچھ سوال کیا ہے تو آیت مکمل کرکے اس کی بات کا جواب دے سکتے ہیں اور بات بھی کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح جو شخص تلاوت قرآن کریم میں مصروف ہو، آنے والے شخص کے لئے اس کو سلام کرنا ضروری نہیں ہے اگر وہ سلام کرے تو تلاوت کرنے والے کے ذمے جواب دینا بھی ضروری نہیں ہے وہ اپنی تلاوت جاری رکھ سکتا ہے اور اگر تلاوت روک کر وہ سلام کا جواب دینا چاہے اور آنے والے سے ملاقات اور گفتگو کرنا چاہے تو ایسا کرنا درست ہے۔

والد صاحب کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟

س:......ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوچکا ہے، والد صاحب کا ایک مکان جو کہ ۷۰ لاکھ روپے میں فروخت ہوا ہے۔ ورثا میں کل چھ افراد ہیں: تین بیٹے، دو بیٹیاں اور ایک بیوہ۔ والدہ صاحبہ کا کہنا ہے کہ مذکورہ رقم کی تقسیم شرعی اعتبار سے کرنا ہے آپ سے التماس ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

ج:......صورت مسؤلہ میں مرحوم کے کل ترکہ کو ۶۴ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے ۸ حصے بیوہ کو، ۷، ۷ حصے ہر ایک بیٹی کو اور ۱۴، ۱۴ حصے ہر ایک بیٹے کو ملیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۶ — ۱۰ تا ۱۷ ررجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اپریل ۲۰۱۷ء — شمارہ:۱۴

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

صد سالہ تاسیس جمعیۃ کا عالمی اجتماع....	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
اسلام کا معاشرتی نظام	۸	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
مجاہد ختم نبوت حاجی کلیم اللہ شہیدؒ	۱۱	عبدالرحمن
میخائل سروطیس کیوں آگ میں جلایا گیا؟	۱۳	خالد محمود سابق یوکیل لندن
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد علی صدیقیؒ	۱۷	مولانا توصیف احمد
مغربی تہذیب کا تضاد	۱۹	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
مولانا سید نیاز احمد گیلانیؒ	۲۱	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
معتمد و غیر معتمد تفاسیر (۱۲)	۲۲	مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ
مرزا قادیانی کا تعارف و کردار (۲۸)	۲۵	حافظ عبیداللہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت

حدیث قدسی ۱۵: حضرت عثمانؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب میرے بندے کی عمر چالیس سال کی ہوجاتی ہے تو میں اس کو تین قسم کے امراض سے محفوظ کردیتا ہوں۔ یعنی جنون، جذام اور برص سے عافیت دے دیتا ہوں اور جب اس کی عمر پچاس برس کی ہوجاتی ہے تو اس سے حساب بسیری یعنی آسان حساب کروں گا اور جب کوئی بندہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو میں توبہ اور رجوع الی اللہ اس کا محبوب بنادیتا ہوں اور جب کسی کی عمر ستر سال کی ہوجائے تو فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں اور جب کوئی اسی برس کا ہوجائے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ نظرانداز کردیے جاتے ہیں اور جب کوئی نوے سال کا ہوجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: اللہ کا قیدی ہے، اللہ کی زمین میں اور اس کے پہلے اور پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اور جب کوئی بندہ ارذل عمر تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں اس کی تندرستی اور صحت کے زمانے کی مثل اعمال خیر لکھتا رہتا ہے اور اگر اس بندے سے کوئی بُرائی ہوجاتی ہے تو وہ بُرائی اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھی جاتی۔ (حکم)

جنون یعنی دیوانگی، جذام یعنی کوڑھ جس میں ہاتھ پیر گل جاتے ہیں، برص یعنی جلد کے سفید سفید داغ چالیس سال کے بعد ان امراض کا وقوع بہت کم ہوتا ہے پچاس سال والے سے قیامت میں آسان اور سہل حساب ہوگا، رجوع الی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کے بعد توبہ سے محبت ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قیدی سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو جسم کے قید خانے میں مقید کر رکھا ہے، مدت تو پوری ہوچکی ہے رہائی کے حکم کا انتظار ہے۔ ارذل عمر سے مراد وہ عمر ہے جس میں انسان کے ہوش وحواس بجا نہیں رہتے اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے۔

حدیث قدسی ۱۶: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ابن آدم کو ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں ہیں اور اس سے زیادہ بھی کردیتا ہوں اور بُرائی ایک کی ایک ہے اور اس کو بھی بخش دیتا ہوں۔ (ابونعیم)

حدیث قدسی ۱۷: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر میرا بندہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دے دیتا ہوں اور اگر سوال ترک کردیتا ہے اور مانگنا چھوڑ دیتا ہے تو میں اس پر غصے ہوتا ہوں۔ (ابوالشیخ)

حدیث قدسی ۱۸: حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اگر تم کو میری رحمت پیاری ہے اور پسند ہے تو میری مخلوق پر رحمت کرو۔ (ابوالشیخ، بن عساکر، دیلمی) یعنی اگر بندے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے تو وہ خدا کی مخلوق پر رحم کیا کریں، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے گا۔

اذان

س:... کیا دنیا کے تمام ممالک میں اذان دینے کا ایک ہی وقت متعین ہے؟

ج:... نہیں! عرب ممالک میں عموماً کسی بھی نماز کا وقت داخل ہوتے ہی اذان دے دی جاتی ہے اور اول وقت میں جماعت کے ساتھ نماز بھی ادا کردی جاتی ہے، لیکن دوسرے بعض ممالک میں اکثر لوگ علاقے کے لوگوں کی رعایت رکھتے ہوئے مغرب کے علاوہ دیگر نمازوں کی اذانوں میں تاخیر کرتے ہیں بعض لوگ ان ممالک میں بھی اول وقت میں اذان و نماز کی ادائیگی کرلیتے ہیں، دونوں صورتیں جائز ہیں۔ (مسائل بہشتی زیور، ج:۱، ص:۱۰۸)

جبکہ مغرب کے وقت، وقت داخل ہوتے ہی دنیا کے تمام ممالک میں اذان دے کر نماز ادا کرلی جاتی ہے۔ نیز ان تمام اوقات میں مساجد میں ایک ہی مرتبہ اذان دی جاتی ہے۔ جبکہ جمعہ کے دن ایک اذان وقت کے داخل ہونے کی اطلاع کے لئے ہوتی ہے اور دوسری اذان منبر کے سامنے خطیب کی موجودگی میں دی جاتی ہے۔

س:... کیا اذان کے دوران خاموشی سے اذان سننا اور اس کا جواب دینا چاہیے؟

ج:... جواب دینے کی دو صورتیں بیان کی جاتی ہیں، ایک لفظی جواب اور دوسرا عملی جواب۔ لفظی جواب تو یہ ہے کہ اذان کے وقت اپنے دوسرے کام کاج چھوڑ کر خاموشی سے موذن کی اذان سنے اور جس جملے کو وہ کہہ کر خاموش ہوجائے تو وہی جملہ خود بھی دہرائے البتہ جب وہ ”حی علی الصلوۃ“، ”حی علی الفلاح“ کہے تو اس کے جواب میں ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ ہر جملے کے بعد کہے۔ اسی طرح فجر کی اذان میں ”الصلوۃ خیر من النوم“ کے جواب میں ”صدقت و بررت“ کہے باقی جملے وہی کہے جو موذن کہتا ہے۔ عملی جواب یہ ہے کہ اپنی دوسری مصروفیات کو چھوڑ کر نماز کی تیاری کرے اور کوئی عذر نہ ہو تو مسجد میں جاکر جماعت سے نماز پڑھے۔ نیز جب جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کی پہلی اذان ہوجائے تو اس وقت سے لے کر جمعہ کے فرض ادا ہوجانے کے بعد تک ہر قسم کا کام ممنوع اور حرام ہے صرف وہی کام جائز ہے جو جمعہ کی تیاری کے لئے ہو۔ جیسے غسل، وضو وغیرہ۔ نیز جمعہ کے دن خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے اس کا جواب زبان سے نہ دے البتہ دل میں جواب دیا جاسکتا ہے۔

اداریہ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

صدسالہ تاسیس جمعیۃ کا عالمی اجتماع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

برصغیر جنوبی ایشیاء میں آزادی کی پہلی جدوجہد سید احمد بریلوی شہید اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی زیر قیادت تھی۔ ۶رمئی ۱۸۳۱ء کو ان کی شہادت بالاکوٹ میں ہوئی۔ پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، علماء صادق پور کی مساعی جمیلہ، مقدمہ انبالہ کی ان تمام کاوشوں کا سلسلہ ۱۸۸۲ء تک چلتا ہے۔ یہ تمام مساعی ''مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا'' کا مصداق قرار دی جاسکتی ہیں۔

۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔ جس نے مذہبی اور تعلیمی سرگرمیوں میں اسلامیان عالم کی گرانقدر رغبت، پرامن اور آئین کے دائرہ میں رہ کر وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں، جس پر دنیا کے تمام انصاف پسند موافق ومخالف خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہوئے۔

۱۹۰۵ء میں دارالعلوم دیوبند کی مسند صدارت پر شیخ الہند مولانا محمود الحسن براجمان ہوئے۔ متحدہ ہندوستان کی آزادی کے لئے مختلف انداز وجہات سے جدوجہد جاری رہی۔ اس دوران خلافت عثمانیہ پر کڑا وقت آیا۔ تب متحدہ ہندوستان کی قیادت نے ترک مسلمانوں کی مدد کے لئے دن رات ایک کردیئے۔ ۲۲رنومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کانفرنس تھی۔ اس میں اتحادیوں اور حکومت برطانیہ سے ان وعدوں کے ایفاء کا مطالبہ کیا گیا جو جنگ کے دوران مسلمانوں سے انہوں نے کئے تھے۔ خلافت کانفرنس دہلی میں شرکت کے لئے تمام صوبوں سے علماء کرام کی ایک کثیر تعداد شریک ہوئی۔ ان میں سے پچیس سرکردہ علماء کرام کا ایک علیحدہ اجلاس ہوا۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہندوستان کے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء کرام پر مشتمل ایک علماء کی جماعت ہونا چاہئے جو مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے سچی مذہبی خیرخواہی اور ہمدردی کے ساتھ ان کی رہنمائی کرے۔ تمام مذہبی فرقوں میں اتحاد ویگانگت اور متفقہ لائحہ عمل ہونا چاہئے۔

ان پچیس علماء کرام نے اس اجلاس میں ''جمعیۃ علماء ہند'' کے نام پر جماعت کی تشکیل کی۔ ۲۲رنومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی کے اجلاس میں شریک علماء کرام: مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا محمد انیس، پیر محمد امام سندھی، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی، مولانا قدیر بخش بدایونی، مولانا خدابخش مظفرپوری، مولانا محمد اکرم خان ایڈیٹر اخبار محمدی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا سلامت اللہ، مولانا اسد اللہ سندھی، مولانا خواجہ نظام الدین بدایونی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا تاج محمد، مولانا مولابخش امرتسری، مولانا منیر الزمان، مولانا سید اسماعیل، مولانا آزاد سبحانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا سید محمد فاخر (الٰہ آباد)، مفتی کفایت اللہ، مولانا سید کمال الدین، مولانا محمد ابراہیم دربھنگہ، مولانا عبدالحکیم گیاوی، مولانا محمد صادق کراچی، مولانا محمد عبداللہ۔

اس اجلاس کی صدارت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے فرمائی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تجویز پر مولانا مفتی کفایت اللہ کو صدر، مولانا احمد سعید دہلوی کو عارضی ناظم مقرر کیا گیا۔ مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد اکرم خان پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی جو جمعیۃ علماء ہند کے دستور کے خدوخال متعین کرے۔ دہلی کے اس اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ دسمبر ۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ کا اجلاس امرتسر میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس موقع پر اکثر یہ علماء کرام اس اجلاس مسلم لیگ میں شریک ہوں گے۔ اس اجلاس کے بعد امرتسر میں ہی ۲۸ردسمبر ۱۹۱۹ء سے یکم رجنوری ۱۹۲۰ء تک جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس منعقد کیا جائے گا۔ چنانچہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے کی۔ پہلے اجلاس کے پچیس علماء کرام سمیت اس اجلاس میں پچاس علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ پانچ دن اجلاس جاری رہا۔ اس میں دستور منظور ہوا۔ سابقہ اجلاس کے فیصلہ کی توثیق کی گئی۔ یوں جمعیۃ علماء ہند کے پہلے مستقل صدر اور جنرل سیکرٹری مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی منتخب ہوئے۔

اس اجلاس میں پہلے متذکرہ حضرات کے علاوہ مولانا معین الدین اجمیری، مولانا عبدالصمد بدایونی، مولانا ابوتراب عبدالحق، مولانا نوراحمد امرتسری، مولانا

احمد علی لاہوری، مولانا لقاء اللہ عثمانی، مولانا ابو یوسف اصفہانی، مولانا عبدالسلام ہمدانی، مولانا انتظار النبی، مولوی سید عطاء اللہ صاحب (غالباً حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مراد ہیں) ،سعید جالب۔

اس وقت کے ان تمام متذکرہ اسماء گرامی پر نظر ڈالیں، پھر جمعیۃ علماء ہند کی جامعیت کو ملاحظہ کریں کہ پورے ملک کی اس اجلاس میں نمائندگی اور تمام مکاتب فکر، تمام اہم خانقاہوں کی بھرپور قیادت موجود تھی۔ آج جب جمعیۃ علماء کی غرض وغایت، اہداف ومقاصد پڑھتے ہیں تو وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ کس طرح جامعیت کا حامل مؤقر پلیٹ فارم تشکیل دیا گیا۔ مذہبی نقطۂ نظر سے اہل اسلام کی سیاسی وغیر سیاسی امور میں راہنمائی کرنا، اسلام، شعائر اسلام، اسلامی قومیت کو ضرر پہنچانے والے اثرات کی شرعی حیثیت سے مدافعت کرنا، مشترکہ مذہبی حقوق کی تحصیل وحفاظت، علماء کو ایک مرکز پر جمع کرنا، مسلمانوں کی تنظیم، اخلاق ومعاشرتی اصلاح، غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق کے تعلقات اس حد تک قائم رکھنا جہاں تک شریعت اسلامیہ نے اجازت دی ہو۔ شرعی نصب العین کے مطابق مذہب ووطن کی آزادی، اندرون وبیرون ممالک میں تبلیغ اسلام کرنا۔

ان اہداف کے حصول کے لئے اسلامیان متحدہ ہند کی ہر موڑ پر جس طرح جمعیۃ علماء نے رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ ۱۹۲۰ء کے اوائل سے لے کر آزادی اور اس کے بعد تک کوئی ایسی تحریک نہیں جس میں مسلمانوں کی خدمت، اسلام کی ترویج واشاعت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا ہو۔ ملک آزاد ہوا۔ دو مملکتیں معرض وجود میں آئیں۔ اپنے اپنے ملک کے معروضی حالات کے مطابق علماء کرام نے اپنا مؤقف اختیار کیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں پر آئین پاکستان بنانا تھا۔ اس کے لئے ہر مرحلہ پر علماء نے اپنا فرض سرانجام دیا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، غرض مولانا اشرف علی تھانوی کی سرپرستی میں علماء کرام کے ایک بڑے حصہ نے قائداعظم اور لیگ کا ساتھ دیا تھا۔ پاکستان کے آئین کی تشکیل اور قرارداد مقاصد کی ترتیب ومنظوری کے لئے علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید سلیمان ندوی اور دیگر حضرات نے دن رات ایک کئے۔ اسے کوئی دیانتدار مصنف نظرانداز نہیں کرسکتا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کے وصال کے بعد آگے چل کر نت نئے حالات پیدا ہونے لگے جس کے لئے اسلامیان وطن کی مذہبی وسیاسی رہنمائی دینی نقطۂ نظر سے ضروری تھی۔ اس کے لئے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قیادت وسیادت میں علماء کرام کو ایک پلیٹ فارم کی تشکیل کے لئے ضروری قرار دیا۔ چنانچہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ سے مشاورت کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ خلیفہ اعظم حضرت تھانویؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور دیگر حضرات سے مشاورت کرکے فیصلہ کیا کہ پاکستان میں علماء کرام کی جدوجہد کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے کسی نئے پلیٹ فارم کی تشکیل کی بجائے جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم کو متحرک کیا جائے۔ چنانچہ اس کے لئے ۷،۸،۹/اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ملتان میں اجلاس منعقد ہوا، اور جمعیۃ علماء اسلام کے نام سے کام کا آغاز کردیا گیا۔ علماء کرام کی جدوجہد کے اس تاریخی تسلسل کو دیکھا جائے تو ۱۹۱۹ء کے اجلاس دہلی وامرتسر کے بعد سے اس وقت تک ایک صدی بیت گئی ہے۔ پاکستان میں جمعیۃ نے کوئی ایسی تحریک نہیں جس میں گرانقدر، ایمان پرور اور شاندار حصہ نہ لیا ہو۔ ۱۹۵۶ء کے آئین کی تشکیل سے ۱۹۷۳ء کے آئین کی منظوری تک کوئی ایک بھی ایسی اسلامی شق نہیں جو جمعیۃ علماء اسلام کی کاوشوں کے بغیر معرض وجود میں آئی ہو۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے بالعموم اور ۱۹۷۰ء کے بعد سے بالخصوص کوئی ایسی پارلیمنٹ نہیں جس میں جمعیۃ علماء اسلام کی نمائندگی نہ ہو۔ ۱۹۷۰ء کے بعد سے اب تک خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں حکومتوں کی تشکیل میں ہمیشہ جمعیۃ علماء اسلام ایک مؤثر پارٹی کے طور پر شریک عمل ہے۔

پاکستان کے اسلامی تشخص، عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ، ناموس اہل بیتؓ وصحابہ کرامؓ کی پاسبانی، دینی اقدار کی ترویج، مدارس دینیہ کی ترقی وتعمیر کے لئے ایک پرامن آئینی جدوجہد، معتدل پالیسی اور اس کے مثبت اثرات سے جمعیۃ کی شاندار قابل فخر ایک تاریخ ہے۔ ہر جماعت کی طرح جمعیۃ علماء اسلام پر بھی نشیب وفراز آئے۔ لیکن ہر مشکل کے بعد سروقد میدان میں موجود رہنا اور صف اول میں رہ کر اسلام کی عظمت کے لئے کردار ادا کرنا جمعیۃ علماء اسلام کی وہ مساعی جمیلہ ہیں جس پر ان کی قیادت کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

آئین شریعت کانفرنس لاہور، خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور کے بعد آج پھر جمعیۃ علماء اسلام نے اپنی تاسیس کے حوالہ سے سوسالہ عالمی اجتماع منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے۔ گزشتہ چھ ماہ سے اس کے لئے شب وروز کی کاوش سے اب پوری دنیا کی نظریں اس اجتماع پر لگی ہیں۔ جو ۷، ۸، ۹؍اپریل ۲۰۱۷ء کو نوشہرہ پشاور کے درمیان اضاخیل کے مقام پر منعقد ہورہا ہے۔ اجتماع کے لئے دس ہزار کنال پر مشتمل ایک وسیع وعریض اراضی کا مل جانا ایک انعام الٰہی ہے۔ اتفاق، حسن اتفاق یا قدرت کا کرشمہ کہئے کہ اس اجتماع گاہ کی جگہ کے سامنے دریائے کابل کے اس پار خویشگی وہ قصبہ ہے جہاں حضرت سید احمد شہیدؒ کے قافلہ نے آکر قیام کیا تھا۔ آج اسی محاذ کے سامنے دریا کے اِس پار جمعیۃ علماء اسلام کے قافلہ کا پڑاؤ کتنی حسین یادوں کا پرتو تاریخ کے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ دس ہزار کنال اراضی پر جنوب، مشرق، شمال کی جانب سہ طرفہ رہائشی وسیع وعریض خیمے ہوں گے۔ ان کے درمیان سے آر پار آٹھ وسیع وعریض پچاس پچاس فٹ کے راستے ہوں گے جو شخص جہاں سے ان راستوں پر چلے، سامنے اسے وضوخانے، واش رومز کے بلاک ملیں گے۔ اس کے ساتھ ہی بازار، ڈسپنسری، کینٹین، مکتبے، خرید وفروخت کے اسٹالز ہوں گے۔ غرض تمام ضروریات ایک حصہ میں ملیں گی۔ وہاں سے فراغت کے بعد جلسہ کے پنڈال میں آسکے گا۔ ۸؍ہزار سے زائد واش رومز، ۲۵؍ہزار سے زائد وضوخانے کی ٹونٹیاں، ۸؍ڈسپنسریاں، ایک بڑا ہسپتال، ان میں ضرورت کے مطابق چوبیس گھنٹے ڈاکٹرز اور ایمبولینس کی سہولت موجود ہوگی۔ قبلہ کی جانب اسٹیج ہوگا۔ جو دو کنال پر مشتمل ہے۔ جس کے تین پورشن ہوں گے۔ ایک ہزار مہمانان گرامی ان پر براجمان ہوں گے۔ اتنے وسیع وعریض کہ یہ تمام یہاں نماز بھی ادا کرسکیں گے۔ جو مقرر اسٹیج کے جس حصہ پر موجود ہوگا مرکزی اسٹیج سیکرٹری کے اعلان کے ساتھ وہ اسی حصہ اسٹیج پر موجود ڈائس پر بیان کرسکے گا۔ نچلے حصہ والے خطیب کو اوپر کے حصہ پر جانے کی ضرورت/اجازت نہ ہوگی۔

اسٹیج کے عقب میں غیرملکی مندوبین ومنتظمین اعلیٰ کانفرنس کے لئے حویلی تعمیر کی گئی ہے۔ اسٹیج کے دائیں بائیں کنٹرول رومز ہوں گے۔ بجلی، ٹریفک، ساؤنڈ سسٹم، پانی، سیکورٹی، صحت، پرنٹ، سوشل یا الیکٹرانک میڈیا ہر ایک کے لئے کنٹرول روم یہاں اسٹیج کے دونوں اطراف میں ہوں گے۔ ان کے پس پشت دو ہیلی پیڈ ہوں گے۔ شرکاء کی متوقع تعداد پچاس لاکھ بتائی جارہی ہے۔ رابطہ کی سہولت کے لئے موبائل کمپنیوں کے اضافی ٹاورز نصب ہوں گے۔ دو ماہ سے صبح وشام چالیس حفاظ کرام پنڈال میں تلاوت ودعاؤں میں مصروف عمل ہیں۔ انصار الاسلام کے ایک لاکھ رجسٹرڈ رضاکار پنڈال میں سیکورٹی پر مامور ہوں گے۔ پنڈال میں جانے کے لئے عوام کا بڑا راستہ اسے ’’مفتی محمود شاہراہ‘‘ کا نام دیا گیا ہے۔ دوسرا خواص کا بڑا راستہ اسے ’’شیخ الہند شاہراہ‘‘ کا نام دیا گیا ہے۔ پنڈال، جلسہ گاہ وقیام گاہوں کے لئے سائبانوں کا ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ بجلی کے لئے چالیس ہیوی جنریٹر ہوں گے۔ ان کی تنصیب اور بجلی کی تقسیم کا کام ٹھیکہ پر دیا گیا ہے۔ پانی کے لئے کئی ٹربائن لگائی گئی ہیں۔ وضوخانوں کا مستعمل پانی واش روموں سے گزرے گا۔ پھر بڑی بڑی ہزاروں فٹ کی لمبی پائپ لائنوں سے دریا میں گٹر کا پانی گرایا جائے گا۔ دن رات کرکے اس پر کام ہورہا ہے۔ ان حالات میں اس کانفرنس کا انعقاد جمعیۃ علماء اسلام کی بیدار مغز قیادت کا وہ جرأت مندانہ اقدام ہے جس پر ڈھیروں تعاون کے مستحق ہیں۔ کانفرنس دوررس نتائج کی حامل ہوگی۔ اسلامی ممالک کے سفراء، دنیا بھر کے اسلامی اسکالرز، علماء کرام، خطباء، حرمین شریفین کے ائمہ، پورے ملک کی دینی قیادت، علماء، مشائخ، خطباء کا اجتماع عظیم، ذرا سوچئے کہ حضرت مدنیؒ وحضرت تھانویؒ، حضرت شیخ الہندؒ کے متوسلین کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تمہیں دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

فقیر راقم نے اس پنڈال میں چند گھنٹے گزارے ہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ پہلے لاہور شہر کے لئے یہ مثال دی جاتی تھی۔ ’’جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ جمیا ہی نہیں‘‘ اب اس اجتماع سے کیا ضرب الامثال قائم ہوں گی۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ اسلامیان وطن تمہیں یہ اجتماع بلاتا ہے۔ سراپا گوش بن کر اس کی صدا پر چلے آؤ تاکہ تاریخ ساز اجتماع میں آپ کی شمولیت بھی تاریخ کا حصہ بن جائے۔ لاہور پاکستان کے قیام کی قرارداد میں حصہ لینے اور شریک ہونے والے تاریخ کا حصہ ہیں۔ وہ اس پر بجا فخر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ایسے تاریخی اجتماعات قوموں کی جدوجہد کا رخ متعین کرتے ہیں۔ خدا کرے تو یہ اجتماع بھی ایسا ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ العزیز! بڑھے چلو کہ منزل قریب ہے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اسلام کا معاشرتی نظام

مولانا سیّد محمد واضح رشید حسنی ندوی

اسلام اور غیر اسلام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہر مذہب فرد کو خطاب کرتا ہے اور اس کی زندگی میں اصلاح اور بندہ اور خالق کے درمیان تعلق اس مذہب کے اعتبار سے قائم کرتا ہے، اسلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دین اور دنیا کو جمع کرنے کے لئے فرد، خاندان، سماج اور پوری انسانیت کے درمیان رابطہ کو اہم مقصد قرار دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: "خیر کم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لاھلی" (سنن ابن ماجہ) اس کی بڑی مثال یہ ہے کہ قرآن کریم میں خدا کے حق کے ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ۔" (النساء:۳۶)

ترجمہ: "اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور حسن سلوک رکھو والدین کے ساتھ۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولاً کریماً واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیراً۔" (الاسراء:۲۳،۲۴)

ترجمہ: "اور تیرے رب نے حکم کردیا کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے نرمی سے انکساری سے جھکے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے۔"

والدین کے حسن سلوک کے ذکر کے ساتھ خاندان کے ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر لایا گیا ہے اور ان ساری باتوں سے منع کیا گیا ہے جو ان تعلقات کو خراب کرسکتی ہیں، اس سلسلہ میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں بڑی تفصیل سے یہ تعلقات متاثر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بدگمانی اور شک سے بھی منع کیا گیا ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۔" (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: "اے مومنو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور خدا کا خوف رکھو، بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

والدین کے حسن سلوک کے ساتھ اولاد اور بھائیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا ذکر ہے، اگر ماں کا فرق ہے تو اس سے پیدا ہونے والے حالات کا بڑی ذکر کیا گیا ہے تاکہ اس سے بچا جاسکے۔

شوہر اور بیوی کے تعلقات جو خاندان کے لئے بہت زیادہ اہم ہوتے ہیں، اسی طرح تجارت اور میراث کی تقسیم جو اکثر تنازعات کا شکار ہوجاتے ہیں، ان کی راہنمائی کا ذکر کیا گیا اور اس کے اصول وضوابط بیان کئے گئے ہیں۔

معاشرہ میں امیر وغریب، طاقتور اور کمزور افراد کی حیثیتیں ہوتی ہیں جن کے لئے مقررہ حقوق تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے رو سے انفرادی زندگی، خاندانی زندگی اور اخلاق وکردار، ان سارے پہلوؤں پر قرآن کریم میں روشنی ڈالی گئی ہے حتیٰ کہ تیز آواز سے بولنا جو دوسرے کے لئے باعث تکلیف ہو، مثلاً سخت لہجہ اور ایسی چال چلنا جس سے تکبر اور غرور ظاہر ہو، تمسخر اور دوسرے کی شان میں جارحانہ الفاظ استعمال کرنا، ان سب سے منع کیا گیا ہے:

"وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ o وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ۔" (لقمان:۱۸،۱۹)

ترجمہ: "اور لوگوں کے لئے گال مت

پھلاؤ اور نہ زمین میں اکڑ کر چلو، بلاشبہ کسی اکڑنے والے، اترانے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا اور درمیانی چال چلو اور آواز دھیمی رکھو، یقیناً بدترین آواز گدھوں کی آواز ہے۔“

”ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا کل ذلک کان سیئہ عند ربک مکروھا۔“ (الاسراء:۳۷،۳۸)

ترجمہ:”اور زمین پر اکڑ کر اور تن کر مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہوکر پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ جائے گا، ان سب عادتوں کی بُرائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسند ہے۔“

غصہ جو اکثر معاملات اور تعلقات کو متاثر کردیتا ہے اور غصہ کی ہی وجہ سے اکثر آدمی ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے جس سے نتائج خراب ہوجاتے ہیں، اس سے روکا گیا ہے:

”اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔“ (آل عمران:۱۳۴)

ترجمہ:”یہ وہ لوگ ہیں جو خوشی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ بہتر کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“

اختلاف میں حلم وتحمل، عفو ودرگزر اور مصالحت کو ترجیح دی گئی ہے، حجت اور مخاصمہ سے روکا گیا ہے۔

آداب حیات میں قرآن مکمل دستور ہے، عبادات، معاملات اور سلوک کے سارے پہلو قرآن کریم میں آگئے ہیں، اس کے لئے بعض جگہ عقیدہ کی شکل میں اور بعض جگہ براہ راست رہبری کے انداز میں احکام آئے:

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔“ (الحجرات:۱۱)

ترجمہ:”مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں، ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے مومن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو، ایمان لانے کے بعد بُرا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔“

عام زندگی کے علاوہ حالت جنگ کے احکام و آداب قرآن کریم نے بیان کئے ہیں، ہدایات دی ہیں اور حسن سلوک کی تلقین کی ہے، غیر مقاتل کے ساتھ حسن سلوک کو ترجیح دی ہے:

”وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ ثُمَّ اَبْلِغْہُ مَاْمَنَہٗ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ۔“ (التوبہ:۶)

ترجمہ:”اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دیجئے، یہاں تک وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کی اطمینان کی جگہ پہنچا دیجئے، یہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جو جانتے نہیں۔“

قتل نفس اور قتل اولاد کو قرآن کریم نے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے:

”مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا۔“ (المائدہ:۳۲)

ترجمہ:”جس نے بھی بغیر کسی جان کے یا بغیر زمین پر بگاڑ کے کسی کو قتل کردیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو بچالیا۔“

”ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطاکبیراً۔“ (الاسراء:۳۱)

ترجمہ:”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا، کیونکہ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔“

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل کی قرآن میں بہت وضاحت ہے:

”وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا۔“ (النساء:۱۹)

ترجمہ:”اور ان (عورتوں) کے ساتھ اچھی گزر بسر کرو اور اگر تم ان کو نہیں بھی پسند کرتے تو ہوسکتا کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بہتری رکھی ہو۔“

اور اگر تعلقات قائم نہ ہوں اور جدائی کھینچی ہو تو اس کو قرآن شریف میں حسن سلوک کے ساتھ انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے:

”وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا۔“ (النساء:۳۵)

ترجمہ:”اور اگر تمہیں ان دونوں کے

آپس کے توڑ کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے خاندان سے اور ایک فیصلہ کرنے والا عورت کے خاندان سے کھڑا کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں جوڑ پیدا فرمادے گا، بے شک اللہ خوب جاننے والا پورا باخبر ہے۔"

"وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ۔" (البقرۃ:۲۳۱)

ترجمہ: "اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی (عدت کی) مدت کو پہنچیں تو یا تو بہتر طریقہ پر ان کو روک لو یا اچھی طرح سے رخصت کردو اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے مت روکنا کہ تم زیادتی کرنے لگ جاؤ اور جس نے ایسا کیا تو اس نے اپنے ساتھ ظلم کیا۔"

غیر مسلموں کے معبودوں کے بارے میں ہدایات ہیں کہ ان کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں جن سے ان کے ماننے والوں میں ردعمل ہو:

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔" (الانعام:۱۰۸)

ترجمہ: "اور جن کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں تم ان کو برا بھلا مت کہو کہ وہ نا سمجھی میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں، اسی طرح ہر امت کے عمل کو ہم نے ان کے لئے خوشنما بنادیا ہے، پھر اپنے رب ہی کی طرف ان کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ بتادے گا کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔"

اس طرح مسلم معاشرہ اور غیر مسلم معاشرہ کے درمیان بھی خوشگوار تعلقات قائم ہوں گے، اس احتیاط کے ساتھ کہ ان کے عقائد اور طرز زندگی سے محفوظ رہے۔

اسلام ایک ایسا معاشرہ قائم کرتا ہے جس میں خاندان اور سماج کے، قوم اور افراد کے پورے ماحول میں ایک مسلمان تعمیر کا سبب بنے، نہ کہ تخریب کا سبب قرآن کریم کہتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔" (انفال:۲۹)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا لحاظ رکھو گے تو وہ تمہیں ایک امتیاز عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ پر پردا ڈال دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تو بڑا فضل والا ہے۔"

اگر ان سب آداب کا خیال رکھا جائے تو مسلمان سماج میں ایک مثالی شخصیت بن سکتا ہے۔ سیرت میں اس کی مثال ملتی ہے کہ مشرکین اور اسلام دشمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانتیں رکھتے تھے اور حجر اسود کی تنصیب پر جب اختلاف ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنانے پر سب متفق ہوگئے اور کہا: "ھذا الامین رضینا بہ" ...یہ تو امانت دار ہے، ہم اس سے راضی ہیں....

اسلام نے زندگی کے مسائل جو طبعی ہیں، ان کے حل پیش کئے ہیں، وہ بعض موقعوں پر صالحین امت اور ملوک کے حقوق میں بیان کئے گئے ہیں اور بعض جگہوں پر براہ راست مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے۔

اس دور کا سب سے بڑا مرض "انا" ہے، یعنی اپنی ذات، اس کے بعد اپنا خاندان، اس کے بعد اپنی قوم، اس کی وجہ سے ساری دنیا میں کشمکش اور جھگڑے ہورہے ہیں، قرآن کریم میں اس تقسیم کو ختم کیا گیا اور اس کو انتظامی قرار دیا گیا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔" (الحجرات:۱۳)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک خدا سب کچھ جاننے والا ہے اور سب سے خبردار ہے۔"

مغربی نظام تعلیم وتربیت نے فرد کو سب اہمیت دے دی ہے جبکہ اسلام پوری انسانیت کو مخاطب کرتا ہے اور اس کی اصلاح اور تعمیر پر زور دیتا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس موضوع پر بہت زور دیا گیا ہے۔

مغربی تمدن نے سماج کے تصور کو ختم کردیا ہے، وہاں اب نہ تو خاندان کا تصور ہے، نہ معاشرہ کا بلکہ صرف ذات، اس لئے وہاں معاشرہ کا تصور نہیں، والدین اور اولاد کے درمیان سب لحاظ ختم ہوگیا ہے تو معاشرہ کا کیا ذکر؟ اسی طرح محبت، رحمت، ہمدردی اور آپس میں تعاون کا تصور ختم ہوگیا ہے اور ذاتی مفاد کو سب سے زیادہ اہمیت دی جارہی ہے، یہ رجحان اب مشرق میں وسائل ابلاغ، نظام تربیت اور سیاحت وسفر کے دوران آپس میں اختلاط کے ذریعہ عام ہورہا ہے، یہ رجحان مذہب اور اخلاق کے خلاف تو ہے ہی، اسلام کی تعلیم کے بہت منافی ہے، اس ماحول میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ فرد کی زندگی کی اصلاح کے ساتھ سماج کی اصلاح کی بھی فکر کی جائے۔ ☆☆☆

مجاہد ختم نبوت

حاجی کلیم اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرحمٰن

مشہور صحابیہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے بھائی ''صخر'' کا انتقال ہوا۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی سے بہت محبت والفت تھی۔ وہ صخر کی قبر پر صبح وشام جاتیں اور زار زار روتیں۔ دردناک اشعار میں اپنے غم کا اظہار کرتیں۔ مثلاً جب سورج نکلتا ہے تو مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے۔ اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو صخر کے غم سے میرا دل ٹوٹنے لگتا ہے۔ سوز دروں سے ہڈیاں پگھلنے لگتی ہیں۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ آگے کچھ اشعار ہمارے حسب حال فرماتی ہیں۔ عربی سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے صرف ترجمہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

''اے صخر! اگر تو نے اب میری آنکھ کو رلایا ہے تو کیا ہوا؟ ایک لمبے عرصے تک تو تم مجھے ہنساتے رہے۔ تم زندہ تھے تو تمہاری برکت سے ہم بڑے حوادث اور آفات سے بچ جاتے تھے۔ مگر ان مصیبتوں کو اب کون (اپنی برکت) سے دور کرے گا۔ آگے حضرت خنساء مزید فرماتی ہے کہ اے میری آنکھو! خوب برسو اور آنسو بہا بہا کر خشک ہو جاؤ۔ کیا تم صخر جیسے سخی پر نہیں روؤ گی؟

حضرت خنساء کے یہ اشعار جب سامنے آئے تو یوں لگا جیسے انہوں نے یہ اشعار ہمارے لیے ہی کہے تھے۔ میرے عزیز بھائی، غم گسار اور عزیز از جان دوست حاجی کلیم اللہ جنہوں نے مجھے بہت خوشیاں دی تھیں، بہت ہنسایا تھا اور آج رلا بھی بہت رہے ہیں، کی شہادت کے دل فگار سانحہ نے ہم سب کو بالکل نڈھال اور بے خود کیا ہوا ہے۔ شدت غم سے کچھ نہیں آرہا کہ کیا لکھا جائے۔ بس جذبات کا ایک طوفان ہے، جو لفظوں میں ڈھل رہا ہے۔

ہر سمت اداسی چھائی ہے، مغموم یہاں ہے پیر و جواں
ہر دل میں غموں کا طوفاں ہے، ہر چہرے سے ہے کرب عیاں
نمناک بنی ہیں ہر آنکھیں ماحول میں ہر سو آہ و فغاں
پژمردہ ہیں سب گلہائے چمن اور دیدہ نرگس اشک فشاں

بھائی کلیم اللہ سے میرے محبت والفت بے وجہ نہ تھی۔ وہ تخلیقی اور تجدیدی سوچ رکھنے والے ایک ایسے باہمت انسان تھے کہ ان کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی نے مجھے، مجھ جیسے اور کئی کم ہمتوں کو ہمت اور حوصلہ دیا۔ بہت سے دینی امور میں اگر میرا کوئی حصہ بنتا ہے تو اس کے باعث بھائی جان بنے ہیں۔ ان کو ختم نبوت کے مشن اور اس کے متعلقین کے ساتھ انتہا درجے کا عشق اور والہانہ عقیدت تھی۔۔۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جتنی کانفرنسیں ہوتی تھیں چاہے مقامی سطح پر ہوں یا ملکی سطح پر، اہتمام میں آپ کی بھرپور جانی و مالی معاونت ہوتی تھی۔ یکم فروری ۲۰۱۷ء کو اسلام آباد میں آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کی کامیابی کے لیے بھائی جان اپنی ساری نجی مصروفیات کو پس پشت ڈال کر مسلسل تین دن اسلام آباد میں مصروف عمل رہے۔ انہی کی تحریک پر دیگر احباب کا بھی حوصلہ بڑھا۔ یہ کانفرنس بحمداللہ بخیر وخوبی کامیاب ہوئی۔ ضلع چارسدہ میں میں ختم نبوت کی کوئی بھی کانفرنس، جلسہ، اجلاس یا کوئی سرگرمی ہوتی، ان میں آپ ہمیشہ صف اول میں رہے۔ تقریباً تیسرا سال ہے کہ ضلع چارسدہ میں باقاعدہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں بعض احباب نے کہا کہ چناب نگر میں منعقد ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس جتنے شرکاء چارسدہ کی کانفرنس میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کا سہرا میرے عزیز بھائی کے سر ہے۔ پورے ضلع میں جتنی یونین کونسلیں ہیں ان کے تحت چھوٹے چھوٹے یونٹ بنے ہوئے ہیں۔ ہر یونٹ میں امیر، ناظم اور دیگر عہدیداران ہوتے ہیں۔ جو مقامی طور پر ختم نبوت کی سرگرمیوں میں سرگرم ہوتے ہیں۔ ہر یونٹ اپنی کارکردگی متعلقہ یونین کونسل اور پھر وہ آگے ضلعی شوریٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کمال کی بات یہ ہے کہ ہر یونٹ کے تحت سالانہ کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ تحریکی کام میں جو یہ ساری جدت اور ندرت آئی ہے، وہ اگر سارا میرے بھائی کا کارنامہ نہیں تو ایک وافر حصہ بہرحال ان امور میں ان کا ہے۔ تیسرا سال ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر مسلم کالونی میں منعقد ہونے والی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں سب سے زیادہ شرکاء ضلع چارسدہ کے ہوتے ہیں۔ یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ واقفان حال جانتے ہیں کہ حقیقت یہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کانفرنس سے قبل پورے ضلع میں دعوتی مہم چلائی جاتی ہے اور مخیر حضرات کے تعاون سے شرکاء کے لیے نہایت کم کرایہ پر یا تقریباً مفت بسوں کا انتظام کیا جاتا ہے، اس کارنامے کا تو میں سارا کریڈٹ اپنے شہید بھائی کو دوں گا۔ اہل علم یا عوام میں سے جو بھی حضرات ختم نبوت کے کام میں دلچسپی نہ دکھاتے اس پر وہ درد اور کڑھن کا اظہار کرتے۔ مقامی تقاریب کے علاوہ دیگر شہروں بلکہ دیگر صوبوں میں عالمی مجلس کے زیر اہتمام جتنی کانفرنسیں منعقد ہوتیں۔ بھائی جان بھی اپنی مصروفیتوں سے صرف نظر کر کے ان میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ شرکت فرماتے۔

بھائی کلیم اللہ شہید کو علماء، طلباء اور صلحاء امت سے خصوصی انس اور تعلق خاطر تھا۔ ملک کے طول وعرض

میں پچھلے علماء اور صلحاء امت کی ملاقات کے لیے کٹھن اور صبر آزما اسفار کرتے۔ علماء بھی ان کو خصوصی شفقت و محبت سے نوازتے تھے۔ قائد ملت اسلامیہ مولانا فضل الرحمان سے نہایت قرب اور الفت و محبت کا علاقہ تھا۔ حضرت قائد اپنی مصروفیات کے باوجود برادر شہید کو خصوصی توجہ سے نوازتے تھے اور ان کی شہادت سے حضرات والا بھی نہایت دل گرفتہ اور طول ہیں۔ شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا سے بھائی جان کے خصوصی مراسم تھے۔ بھائی جان بھی ظریف الطبع تھے اور حضرت والا بھی چھوٹوں سے خوش طبعی فرماتے ہیں۔ اس لیے جب دونوں مل بیٹھتے تو مجلس باغ و بہار ہو جاتی۔ اور جب آتش شوق بھڑکتی تو بھائی جان یک بیک چارسدہ سے گاڑی پر سوار ہوتے اور ملتان یا لاہور کا رخ کرتے اور حضرت شاہین ختم نبوت کی زیارت اور کلام سے مشرف ہو آتے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد حسن ،مولانا عبدالغفور حیدری، مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمن ثانی کے علاوہ تقریباً تمام مقامی علماء سے آپ کا محبت و شفقت کا خصوصی تعلق تھا۔

ختم نبوت کے علاوہ دین کے دیگر شعبوں میں بھی میرے بھائی کی خدمات لائق صد تحسین ہیں۔ علماء اسلام کی ترجمان سیاسی جماعت جمعیت علماء اسلام ضلع چارسدہ میں ایک نئے نہج پر چل پڑی ہے۔ کچھ ہی عرصہ قبل ایک تاریخی کانفرنس کا انعقاد بھی ہوا تھا۔ جس میں قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمن اور دیگر مرکزی قائدین تشریف لائے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر چھوٹے بڑے پروگرام منعقد ہوتے رہے ہیں۔ میری ناقص سوچ کے مطابق چارسدہ میں جمعیت کی سیاست ایک نئے رخ اور نئے طرز پر روبہ عروج ہے۔ یہ سب میرے شہید بھائی کی مخلصانہ تگ و دو سے ممکن ہوا۔ شہادت سے ایک دو دن قبل اپنے حلقے میں جمعیت علماء اسلام کا ایک یادگار جلسہ بھی کرایا تھا۔ جس میں شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب کا بیان بھی ہوا۔

فلاحی خدمات کے سلسلے میں بھی شہید بھائی کی کاوشیں لاتعداد ہیں۔ بہت سے مقامی اور غیر مقامی علماء اور طلباء ان کی برکت سے بے فکری سے تعلیم و تعلم اور دین کی خدمت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ علماء اور صلحاء سے بھائی جان کا تعلق خاطر ان کے جنازے کے موقع پر آشکارا ہوا۔ سردیوں کی راتوں میں ساڑھے آٹھ بجے جنازہ ہونے کے باوجود بھائی جان کے جنازے میں علماء، طلباء اور عوام کا ایک سمندر امڈ آیا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر کوئی دل گرفتگی اور رنج و غم کی تصویر لگ رہا تھا۔ میرے لیے یہ حادثہ اتنا سنگین اور ہولناک تھا کہ ذہن و دماغ بالکل ماؤف ہو کر رہ گئے۔

میں سوچتا ہوں تقدیر پر ایمان مسلمان پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اگر تقدیر پر ایمان اور اللہ کے فیصلوں پر رضا جزء ایمان نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارک نظروں کے سامنے نہ ہو تو اتنے بڑے حادثے پر نہ جانے انسان کا کیا حال ہو۔ اور اس سے کس طرح قولی اور عملی بے احتیاطیاں سرزد ہونے لگیں۔ محض اللہ کا کرم، اس کی رحمت سے امید اور اس کی حکمت پر یقین کا سرمایہ ہی ہے جو انسان کو بڑی سے بڑی مصیبت میں سہارے کا کام دیتی ہے۔ ایسی حالت میں حدیث کی کتاب سنن دارمی کے حوالے سے علماء کرام سے سنی ہوئی ایک حدیث ذہن کے پردے پر نمایاں ہوگئی کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ترجمہ: ''اگر تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت لاحق ہو جائے تو میرے حادثہ وفات کو یاد کرو، کیونکہ وہ تمام مصیبتوں سے بڑھ کر ہے۔'' اور اسی سے اپنی کچھ ڈھارس بندھی کہ جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کا جانکاہ حادثہ پیش آیا، جس نے عرش و فرش کو ہلا یا اور جس نے کتنی زبانیں گنگ کر دیں۔ کسی کی بینائی لے لی تو کوئی تلوار سونت کر خود رفتگی کے عالم میں باہر نکل آیا کہ جس نے آپ کے مرجانے کا تذکرہ کیا اس کا سرتن سے جدا کردوں گا، تو پھر اس فانی دنیا میں کون رہ سکتا ہے۔ ہاں اتنا ہے کہ عزیزوں اور خاص طور پر ایسے عزیزوں کا فراق جن کی زندگی میں دل کی زندگی اور روح کے لیے تازگی ہو اور نشاط کا سامان ہو، نفس پر انتہائی شاق اور گراں گذرتا ہے۔ جس کی تلخی کو فراموش کرنا بڑی اولوالعزمی کا کام ہے۔ حدیث رسول اللہ کا مفہوم سامنے آتا ہے تو دل کو کچھ دلاسہ ملتا ہے۔

یوں دنیا میں جو آئے ہیں، سب جانے کو ہی آئے ہیں
پھر ہوک سی دل میں کیوں اٹھی، کیوں ہر سو غم کے سائے ہیں

نہایت کوشش کے باوجود دل نہیں بہلتا۔ بس وقت اچھا اور زود اثر مرہم ہے۔ اللہ میرے شہید بھائی کی بال بال مغفرت فرمائے اور ہمارے دلوں کو طمانیت نصیب فرمائیں۔

☆☆..........................☆☆

ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABS
ABDULLAH BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

”میخائل سرویطیس کیوں آگ میں جلایا گیا“

خالد محمود، سابق یوکل لندن

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے اپنی کتاب ”عیسائیت کیا ہے؟“ میں ایک عنوان: ”وہ جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا ماننے سے انکار کردیا“ کے تحت قائم کیا ہے، جس کے تحت میں آپ لکھتے ہیں کہ:

”ان میں سے ایک گروہ تو وہ تھا جس نے اس سوال کے جواب سے مایوس ہوکر یہ کہہ دیا، کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا ماننا ہی غلط ہے، وہ صرف انسان تھے، اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

”مسٹر جیمس میک کنن (James Mackinon) نے اپنی فاضلانہ کتاب (From Chirst to Constantine) میں ان مفکرین کا تذکرہ کافی تفصیل کے ساتھ کیا ہے، ان کے بیان کے مطابق اس نظریے کے ابتدائی لیڈر پال آف سموسٹا (Paul of Samosta) اور لوسین (Lucian) تھے، مسٹر میک کنن لکھتے ہیں:

”دونوں کا نظریہ یہ تھا کہ یسوع مسیح ایک مخلوق تھے، البتہ دونوں کے نظریات میں فرق یہ ہے کہ پال کے نزدیک وہ محض ایک انسان تھے جن میں خدا کی غیر شخصی عقل نے اپنا مظاہرہ کیا تھا اور لوسین اور اس کے مکتب فکر کے نزدیک وہ ایک آسمانی وجود تھے، جس کو خدا عدم سے وجود میں لایا تھا اور جن میں خدائی عقل اپنی شخصی کیفیت میں آگئی تھی، لہٰذا وہ حلول کے وقت ایک انسانی جسم کا مظاہرہ کرتے تھے، مگر ان کی روح انسانی نہیں تھی، ان کا مشن یہ تھا کہ وہ ”باپ“ کا پیغام پہنچائیں لیکن نہ تو وہ علی الاطلاق خدا تھے، اور نہ قدیم اور جاودانی۔“

گویا پال نے تو سرے سے حلول کے عقیدے ہی کا انکار کردیا اور یہ کہا کہ حضرت مسیح کے وجود میں خدا کے حلول کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اُن کو خدا کی طرف سے ایک خاص عقل عطا ہوئی تھی اور لوسین نے حلول کے عقیدے کا تو انکار نہیں کیا، اس نے یہ تسلیم کیا کہ خدا کی صفتِ علم اُن میں حلول کرگئی تھی، لیکن یہ حلول ایسا نہ تھا کہ حضرت مسیحؑ کو خدا، خالق، قدیم اور جاودانی بنادے بلکہ اس حلول کے باوجود خدا بدستور خالق رہا اور حضرت مسیح علیہ السلام بدستور مخلوق۔

پال اور لوسین ہی کے نظریات سے متاثر ہوکر چوتھی صدی عیسوی میں مشہور مفکر آریوس (Arius) نے اپنے وقت کے کلیسا کے خلاف بڑی زبردست جنگ لڑی اور پوری عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا، اس کے نظریات کا خلاصہ جس میں میک کنن کے الفاظ میں یہ تھا:

”آریوس اس بات پر زور دیتا تھا کہ صرف خدا ہی قدیم اور جاودانی ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں، اسی نے بیٹے کو پیدا کیا جب کہ وہ پہلے معدوم تھا، لہٰذا نہ بیٹا جاودانی ہے اور نہ خدا ہمیشہ سے باپ ہے، کیونکہ ایک ایسا وقت تھا جس میں بیٹا موجود نہیں تھا، بیٹا باپ سے بالکل الگ ایک حقیقت رکھتا ہے اور اس پر تغیرات واقع ہوسکتے ہیں، وہ صحیح معنی میں خدا نہیں ہے البتہ اس میں ”مکمل“ ہونے کی صلاحیت موجود ہے اور وہ ایک مکمل مخلوق ہے۔ ایک عقل مجسم جو ایک حقیقی انسانی جسم میں پائی جاتی ہے، اس طرح اس کے نزدیک مسیح ایک ثانوی خدائی کا حامل ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ نیم دیوتا (Demi-god) جو خدائی اور انسانیت دونوں کی صفات سے کسی قدر حصہ رکھتا ہے، لیکن بلند ترین معنی میں خدا نہیں ہے۔“

گویا اس کی نظر میں حضرت مسیحؑ کی حیثیت یہ تھی کہ:

”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“

جس زمانے میں آریوس نے یہ نظریات پیش کئے تھے، اس زمانہ میں خاص طور سے مشرق کے کلیساؤں میں اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی، یہاں تک کہ خود اس کا دعویٰ تو یہ تھا کہ تمام مشرقی کلیسا میرے ہم نوا ہیں۔

لیکن اسکندریہ اور انطاکیہ کے مرکزی کلیساؤں پر الیگزینڈر اور اتھانی شیس وغیرہ کی حکمرانی تھی، جو مسئلے کے کسی ایسے حل کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے، جس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی کو ٹھیس لگتی ہو اور عقیدہ حلول کے ٹھیٹھ مفہوم پر کوئی حرف آتا ہو، چنانچہ جب شاہ قسطنطین نے ۳۲۵ء میں نیقیہ کے مقام

پر ایک کونسل منعقد کی تو اس میں آریوسی عقائد کی نہ صرف پرزور تردید کی گئی، بلکہ آریوس کو جلاوطن کردیا گیا۔

پولسی فرقہ: اس کے بعد پانچویں صدی عیسوی میں پولسی فرقہ (Paulicians) نمودار ہوا، اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں ایک بین بین رائے ظاہر کی، اس نے کہا کہ حضرت مسیح خدا نہیں تھے بلکہ فرشتہ تھے، انہیں خدا نے دنیا میں بھیجا تھا تاکہ وہ دنیا کی اصلاح کریں، چنانچہ وہ مریم کے پیٹ سے ایک انسان کی شکل اختیار کرکے پیدا ہوئے اور چونکہ خدا نے انہیں اپنا مخصوص جلال عطا کیا تھا، اس لئے وہ ''خدا کے بیٹے'' کہلائے اس فرقے کے اثرات زیادہ تر ایشائے کوچک اور آرمینیا کے علاقوں میں رہے ہیں لیکن اس کو قبول عام حاصل نہ ہوسکا، کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے فرشتہ ہونے پر کوئی نقلی دلیل موجود نہیں تھی۔

نسطوری فرقہ: پھر پانچویں صدی ہی کے وسط میں نسطوری فرقہ کھڑا ہوا جس کا لیڈر نسطوریوس (م: ۴۵۱ء) تھا، اس نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک نیا فلسفہ پیش کیا اور وہ یہ کہ عقیدۂ حلول کی تمام تر مشکلات اس مفروضے کی بناء پر ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک شخصیت قرار دے کر ان کے لئے دو حقیقتیں ثابت کی گئی ہیں، ایک انسانی اور ایک خدائی، نسطوریوس نے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا ہونا بھی بجا اور انسان ہونا بھی برحق، لیکن یہ تسلیم نہیں کہ وہ ''ایک شخصیت'' تھے، جن میں یہ دونوں حقیقتیں جمع ہوگئی تھیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات دو شخصیتوں کی حامل تھی، ایک بیٹا اور ایک مسیح، ایک ابن اللہ اور ایک ابن آدم علیہ السلام، ''بیٹا'' خالص خدا ہے اور ''مسیح'' خالص انسان۔

رومن کیتھولک چرچ کا فارمولا یہ تھا کہ: ''ایک شخصیت اور دو حقیقتیں'' اس کے برعکس نسطوریوس کا فارمولا یہ تھا کہ ''دو شخصیتیں اور دو حقیقتیں'' چنانچہ ۴۳۱ء میں افسس کے مقام پر تمام کلیساؤں کی ایک کونسل میں اس کے نظریات کو پرزور طریقے سے مسترد کردیا گیا اور اسی کے نتیجے میں اسے جلاوطن اور قید کی سزائیں دی گئیں اور اس کے پیروؤں کو بدعتی قرار دیا گیا تاہم یہ فرقہ اب تک باقی ہے، اس کے خلاف جو جرم عائد کیا گیا تھا، اس کا خلاصہ ڈاکٹر بیدون بیکر (Baker Bethune) ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اس نے ہمارے خداوند کی خدائی اور انسانی حقیقتوں میں اس قدر امتیاز برتا کہ وہ دو مستقل وجود بن گئے.... اس نے کلمۃ اللہ کو یسوع سے اور ابن اللہ کو ابن آدم سے الگ شخصیت قرار دے دیا۔''

یعقوبی فرقہ: اس کے بعد چھٹی صدی عیسوی میں یعقوبی فرقہ (Yacobite Church) پیدا ہوا، جس کے اثرات اب تک شام، عراق میں باقی ہیں، ان کا لیڈر یعقوب برذعانی (Jacabus Baradeus) تھا، اس کا نظریہ آریوس اور نسطوریوس دونوں کے بالکل برعکس تھا، نسطوریوس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود میں ''دو حقیقتوں'' کے ساتھ ''دو شخصیتیں'' ثابت کی تھیں، یعقوب نے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ صرف یہ کہ ایک شخصیت ہے بلکہ ان میں ''حقیقت'' بھی صرف ایک پائی جاتی تھی اور وہ تھی خدائی! وہ صرف خدا تھے، گو ہمیں انسان کی شکل میں نظر آتے ہوں، دی ورلڈ فیملی انسائیکلو پیڈیا میں اس فرقے کا نظریہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح میں خدائی اور انسانی حقیقتیں کچھ اس طرح متحد ہوگئی تھیں کہ وہ صرف ایک حقیقت بن گئی تھی۔''

یہ نظریہ یعقوب برذعانی کے علاوہ بعض دوسرے فرقوں نے بھی اپنایا تھا اس قسم کے فرقوں کو ''مونوفیسی فرقے'' (Monophysites) کہا جاتا ہے اور ساتویں صدی عیسوی تک ان فرقوں کا بے حد زور رہا ہے۔

آخری تاویل: مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ عقیدۂ حلول کی تشریح اور اسے عقل سے قریب لانے کے لئے مختلف عیسائی مفکرین کی طرف سے کیا کوششیں کی گئیں؟ لیکن آپ نے دیکھا کہ ان میں سے ہر کوشش مرکزی رومن کیتھولک چرچ کے عقائد سے انحراف کرکے کی گئی ہے، اس لئے مرکزی کلیسا کے ذمہ داروں نے اسے ''بدعت'' قرار دیا، رہا اصل سوال کا جواب تو اس کے بارے میں رجعت پسندوں کی طرف سے تو صرف یہ کہا جاتا رہا کہ درحقیقت عقیدۂ حلول بھی ایک سربستہ راز ہے، جسے ماننا ضروری ہے، مگر سمجھنا ممکن نہیں۔ (دیکھئے برٹانیکا) لیکن یہ بات کسی سنجیدہ ذہن کو اپیل کرنے والی نہیں تھی، اس لئے آخر دور میں عقیدۂ حلول کو عقل کے مطابق ثابت کرنے کے لئے ایک اور تاویل کی گئی، اس تاویل کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ٹھیک ٹھیک رومن کیتھولک عقیدے کی پشت پناہی کی گئی ہے اور اسے جوں کا توں برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے یہ تاویل اگرچہ بعض قدیم مفکرین نے بھی پیش کی تھی، مگر اسے پروفیسر مارس ریلٹن نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''اس قسم کا حلول (جس کا رومن کیتھولک چرچ قائل ہے) اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ اگر یہ بات یاد رکھی جائے کہ اس کے لئے راہ اسی وقت ہموار ہوگئی تھی جب پہلے انسان (آدم) کو خدا کے مشابہ بنا کر پیدا کیا گیا تھا اس

کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدا کے اندر ہمیشہ سے انسانیت کا ایک عنصر موجود تھا اور اسی انسانی عنصر کو بنی آدم کے تخلیق ڈھانچے میں نامکمل طور سے منعکس کردیا گیا تھا، لہٰذا ایچی انسانیت خدا ہی کی انسانیت ہے، یہ اور بات ہے کہ خالص اور محض انسانیت آدمی میں پائی جاتی ہے، کیونکہ وہ ایک مخلوق اور نامکمل انسانیت رکھتا ہے، جو کبھی خدائی کا روپ نہیں دھار سکتی، خواہ اس میں کتنے عرصے تک خدائی کیوں نہ مقیم رہی ہو، لہٰذا جب خدا انسان بنا تو اس نے جس انسانیت کا مظاہرہ کیا وہ مخلوق انسانیت نہیں تھی جو ہم میں موجود ہے، بلکہ یہ حقیقی انسانیت تھی جو صرف خدا ہی کے پاس ہے اور جس کے مشابہ بنا کر ہم کو پیدا کیا گیا ہے.... آخر کار مطلب یہ نکلتا ہے کہ یسوع مسیح کی انسانیت وہ انسانیت نہیں ہے جسے ہم اپنے وجود میں محسوس کرتے ہیں بلکہ یہ خدا کی انسانیت تھی جو ہماری انسانیت سے اتنی ہی مختلف ہے جتنا خالق مخلوق سے مختلف ہوتا ہے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ اس تاویل کی رو سے اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک شخصیت میں "خدائی" اور "انسانیت" دونوں حقیقتیں جمع تھیں، لیکن انسانیت بھی خدائی انسانیت تھی، آدمی انسانیت نہ تھی، لہٰذا دونوں کے بیک وقت پائے جانے میں کوئی اشکال نہیں، یہ ہے وہ تاویل جو پروفیسر مارس ریلٹن کے نزدیک سب سے زیادہ معقول، نتیجہ خیز اور اعتراضات سے محفوظ ہے اور اس سے کیتھولک عقیدے پر بھی کوئی حرف نہیں آتا۔ لیکن یہ تاویل بھی کتنا وزن رکھتی ہے؟ اہل نظر سمجھ سکتے ہیں۔

(عیسائیت کیا ہے، ص:۳۰۲،۳۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نہ ماننے والوں کی فہرست میں ماضی قریب کے کچھ لوگوں کا نام بھی آتا ہے، جو تھے تو مسیحی مذہب کے پیروکار مگر ان لوگوں نے حقیقت پسندی کے ساتھ نام نہاد عقیدہ تثلیث کی تطہیر کرنی چاہی، مگر مسیحی دنیا کے دانشور طرطلیان کی کوکھ سے جنم لینے والے عقیدہ تثلیث فی التوحید کے ماننے والوں نے ان کے ساتھ کیا کیا وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

"اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں تحریک اصلاح کلیسا کے انتہائی اثر کے طور پر عقلیت (Rationalism) اور تجدید (Modernism) کی تحریکیں بھی شروع ہوئیں، جن کے علمبرداروں نے یا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بائبل اور عیسائی نظریات کا سرے سے انکار ہی کردیا اور یا بائبل کے بعض مندرجات کی جدید تقاضوں کے مطابق تشریح و تعبیر کی کوشش کی، مگر جہاں تک عیسائی عقائد کو پولسیت اور اس کے مشابہ نظریات سے پاک کرنے کا سوال ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی خدمت سرانجام نہیں دی۔ البتہ ان ساری تحریکات کے نتیجہ میں اور کچھ آزادانہ سوچ کے طفیل سولہویں صدی سے ایک قلیل گروہ ایسے عیسائی علماء اور عوام کا بھی پیدا ہوا، جنہیں موحدین (Unitarians) کہا جاتا ہے۔ انہوں نے مسیح کی خدائی کا انکار کرکے ان کی انسانی حیثیت پر زور دیا، روح القدس کو بھی خدائی کے تخت سے اتارا اور تثلیث کی بجائے توحید کا پرچار کیا۔ یہی وہ گروہ ہے جس نے عیسائیت کی اصلی بنیادوں کو پہچاننے کی بڑی حد تک کوشش کی ہے اور اس کے لئے قربانیاں دی ہیں۔

توحیدی عیسائیت (Unitarianism) کے ایک اولین داعی میخائل سرویطس (Michael Servitus) (م:۱۵۳۳ھ) نے اپنے ہمعصر، مارٹن لوتھر کی تحریک اصلاح سے عقائد کی اصلاح کی امیدیں باندھی تھیں، مگر جب وہ پوری نہ ہوئیں تو اس نے اپنے طور پر کوشش شروع کی اور تثلیث کی غلطیاں (The Errors of the Trinity) کے نام سے ایک کتاب لکھ کر عقیدہ تثلیث کا تارو پود بکھیر دیا۔ اس نے مسیح کو واضح طور پر خدا کی بجائے نبی (Prophet) قرار دیا۔ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ راہنماؤں نے مل کر اس کا "جواب" یہ دیا کہ اس کتاب کا ایک نسخہ اس کی کمر کے گرد باندھ کر اسے جلتی ہوئی آگ کے اوپر اونچا کرکے ایک ٹکٹکی سے اس طرح باندھ دیا، کہ وہ گھنٹوں جلنے کی اذیت برداشت کرنے کے بعد مر جائے۔

سرویطس کے نظریات سے متاثر بعض عیسائی علماء اسلام کے کافی قریب ہوگئے تھے، ان میں سے ایک آدم نیوسر (Adam Neuser) نے اپنے مخالف عیسائی پادریوں کے ہاتھوں موت اور اذیتوں سے بچنے کے لئے سلطان سلیم ثانی سے مذہبی و سیاسی پناہ حاصل کی۔

سولہویں صدی کے آخر میں فرانسیس ڈیوڈ (Francis David) نے بائبل کے "صاف اور سیدھے سادے دلائل" (Plain and Straingt-forward Scriptural arguments) سے توحید کا پرچار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دعا مانگنے اور انہیں پکارنے کی تردید کرتے ہوئے قرآنی حوالے بھی دیئے۔

سولہویں صدی کے عیسائی موحدین میں دیگر نمایاں نام میریا سوزینی (Maria Sozini) (م:۱۵۲۶ء) اور اس کا بھتیجا پاؤلو سوزینی یا سوشینس ہیں۔ موخرالذکر کا فکر، توحیدی کہلانے کے علاوہ اس کے نام سے منسوب ہوکر سوشنیت بھی کہلایا۔ اس کے بہت سے حامی اور پیروکار آگ میں جلائے گئے اور دوسری اذیتوں کا شکار ہوئے۔

سترہویں صدی میں جان بڈل (م:۱۶۶۲ء)

نے روح القدس کی "خدائی" کی تردید میں اپنی مشہور کتاب بارہ دلائل لکھی۔ اٹھارہویں صدی میں لنڈسے (Lindsay) اور اس کے حامی اور انیسویں صدی میں چیننگ (Channing) کے پیروکار، عقیدہ تثلیث کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ موخر الذکر نے عقیدۂ کفارہ کی بھی شدت سے مخالفت کی۔ اس نے امریکا میں توحیدی کلیسا قائم کئے جو اب تک موجود ہیں۔ اس کا اعلان تھا کہ:

"The Scriptures, when reasonably interpreted, teach the doctrine held by the Unitarians."

"بائبل کو درست طریقہ سے سمجھا اور سمجھایا جائے تو وہ موحدین ہی کی تائید کرے گی۔" (عیسائیت تجزیہ ومطالعہ، ص:۱۱۴ تا ۱۱۶)

اوپر مذکورہ بالا باتوں کی تائید خود عیسائی دنیا کی مستند کتاب قاموس الکتاب سے بھی ہوتی ہے، جس میں اس بات کا اقرار موجود ہے، کہ:

"لفظ تثلیث کتاب مقدس میں موجود نہیں، اصطلاح تثلیث فی التوحید پہلی مرتبہ دوسری صدی عیسوی کے آخری عشرہ میں بزرگ طرطلیان نے استعمال کی اور یہ مسئلہ مسیحی علم الٰہی میں اس شکل میں چوتھی صدی عیسوی میں بیان کیا گیا۔" (قاموس الکتاب، ص:۲۳۳)

قاموس الکتاب کے مذکورہ بالا اقتباس پر اگر ہم کچھ تبصرہ کریں، تو یہ بات یقینی حد تک ممکن ہے کہ مسیحی دنیا اسے قبول نہ کرے، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی مسیحی مصنف آرنلڈ میئر کی کتاب "یسوع یا پولس" کے الفاظ نقل کردیے جائیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب عقیدۂ تثلیث و کفارہ کا رد کرتے ہیں، آرنلڈ میئر لکھتا ہے:

"اگر ہم عیسائیت کا مطلب مسیح پر (اس طرح) ایمان سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کا آسمانی بیٹا ہے جو زمینی انسانوں میں سے نہ تھا بلکہ خدائی صورت اور شان میں رہتا تھا (پھر) وہ آسمان سے زمین پر اتر آیا اور انسانی شکل اختیار کی تاکہ وہ صلیب پر اپنے خون کے ذریعہ لوگوں کے گناہ کا کفارہ ادا کرے، جسے پھر موت سے جگا کر اوپر اٹھایا گیا اور ماننے والوں کے خداوند کے طور پر خدا کے دائیں ہاتھ بٹھایا گیا۔ جواب خود پر ایمان رکھنے والوں کی شفاعت کرتا ہے، ان کی دعائیں سنتا ہے، ان کی حفاظت اور راہنمائی کرتا ہے۔ علاوہ بریں اپنے آپ پر یقین کرنے والوں میں سے ہر ایک کے اندر ذاتی طور پر رہتا اور کام کرتا ہے جو دنیا کا انصاف کرنے کے لئے آسمان کے بادلوں کے ساتھ دوبارہ آئے گا، جو خدا کے سب دشمنوں کو گرائے گا مگر اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ آسمانی نور کے گھر لے جائے گا، تاکہ وہ اس کے معظم بدن کی طرح بن جائیں۔ اگر یہ عیسائیت ہے تو ایسی عیسائیت کی بنیاد زیادہ تر مقدس پولس نے رکھی تھی نہ کہ ہمارے خداوند (مسیح) نے۔" (Arnold Meyer: jesus or paul?122,123) (عیسائیت تجزیہ ومطالعہ، ص:۷۲)

دعا ہے اللہ تعالیٰ حق شناسی کے ساتھ مسیحی دنیا کو توحید باری تعالیٰ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وما توفیقی الا باللہ۔

☆☆.....................☆☆

فیڈرل انویسٹیگیشن ایجنسی

اپیل برائے معلومات

فیس بک پر توہین رسالت ﷺ کے مرتکب افراد کی نشاندہی میں مدد

اہلیان پاکستان سے گزارش ہے کہ چونکہ ایف۔آئی۔اے نے سوشل میڈیا کے ذریعے توہین رسالت ﷺ اور اسلام دشمنی کرنے والوں کا پتہ لگانے کیلئے کارروائی کا آغاز کردیا ہے۔ لہٰذا اپیل کی جاتی ہے کہ ایسے عناصر کے بارے میں اگر آپ کے پاس کوئی بھی ٹھوس معلومات یا ثبوت ہوں تو تھانہ سائبر کرائم، ایف۔آئی۔اے اسلام آباد کو مہیا کریں۔

رابطہ: اختر علی تھانہ FIA سائبر کرائم، اسلام آباد

ایڈریس: تھانہ سائبر کرائم، FIA زونل آفس، اقبال ٹاؤن، اسلام آباد

PID(I) 4689/16

ترجمانِ ختم نبوت مولانا محمد علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا توصیف احمد، حیدرآباد

اللہ رب العزت قرآن مجید میں قیامت کے احوال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس دن ہر ایک کو اپنی ایسی فکر پڑی ہوگی کہ اسے دوسروں کا ہوش نہیں ہوگا، اس روز ایک طبقہ اصحاب الیمین کا ہوگا جن کے چہرے چمکتے، دمکتے ہوں گے، ہنستے، خوشی مناتے ہوئے ہوں گے، بڑی نعمتوں میں ہوں گے، آرام دہ نشستوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے، نعمتوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر رونق ہوگی، خالص مہرزدہ شراب پلائی جائیگی، مہر مشک کی ہوگی، عالیشان جنت میں ہوں گے، راضیۃ مرضیۃ کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہوگا، اور ایک طبقہ اصحاب الشمال کا ہوگا کہ جن کے چہروں پر خاک پڑی ہوگی، سیاہی نے انہیں ڈھانپ رکھا ہوگا، سیاہ دھویں اور تپتی ہوئی لُو میں ہوں گے، کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اور جہنم کا ایندھن بن کر دنیا کی بداعمالیوں کی سزا بھگتیں گے۔

ہمارے مخدوم و مکرم، محسن و مربی، مشفق و مہربان شخصیت حضرت مولانا محمد علی صدیقی مرحوم کا شمار ان شاء اللہ اصحاب الیمین میں ہوگا اور روز محشر صدیقی خاندان کے چشم و چراغ کی خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ خصوصی رفاقت ہوگی۔

مولانا محمد علی صدیقیؒ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تین نسبتیں تھیں:

(۱) خاندانی نسبت: مرحوم کی قوم شیخ صدیقی تھی اس نسبت سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔

(۲) روحانی نسبت: مولانا مرحوم کا اصلاحی تعلق حضرت خواجہ خان محمدؒ سے تھا۔ بیعت حضرت خواجہؒ کے دست اقدس پر فرمائی اور حضرت خواجہ خان محمدؒ پاکستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کے امام تھے، جبکہ سلسلۂ نقشبندی کی پاکیزہ لڑی حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے جاملتی ہے، یوں مولانا محمد علی صدیقیؒ کی نقشبندی سلسلہ کی نسبت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے۔

(۳) تحفظ ختم نبوت کی نسبت: مولانا محمد علی صدیقیؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ تھے، پوری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قربان کی، حضرت ابوبکر صدیقؓ محافظ اول ختم نبوت تھے، مولانا مرحوم کی ملاقات خالق کائنات سے ”پاسبان ختم نبوت“ کی حیثیت سے ہوئی، یہ تین نسبتیں مرحوم کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل تھیں۔

مولانا محمد علی صدیقیؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور خانقاہ سراجیہ سے جنون کی حد تک پیار تھا، مجلس و خانقاہ کی محبت قلب و جگر میں پیوست تھی، تحفظ ختم نبوت اور تصوف سے گہری عقیدت تھی، صبح و شام، دن رات، تردید قادیانیت آپ کا محبوب مشغلہ تھا، مجلس کی پالیسی پر سو فیصد کاربند رہے، ہر اسٹیج پر جماعتی موقف کو ڈنکے کی چوٹ پر بیان کیا، تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھا، اتحاد امت کے لئے کسی طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کی۔ مولانا مرحوم کے ساتھ بھی علماء و عوام الناس کا محبت بھرا تعلق تھا، حضرت مولانا عبدالغفور قاسمیؒ مولانا مرحوم اور عالمی مجلس سے بے پناہ محبت رکھتے تھے، کئی بار ایسا ہوا کہ حضرت قاسمیؒ دوران بیان مولانا محمد علی صدیقیؒ کو دیکھ کر ختم نبوت پر بیان شروع فرما دیتے، دوران بیان حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی خیریت دریافت فرماتے، کبھی استفسار فرماتے کہ آپ کا بیان ہوا؟ اگر صدیقی صاحب کا بیان نہ ہوا ہوتا تو اپنی موجودگی میں بیان کرواتے۔

مولانا محمد علی صدیقیؒ کی طبیعت میں سادگی تھی، فقیرانہ و قلندرانہ مزاج تھا، دفتر ختم نبوت حیدرآباد جب بھی سفر سے تھکے ماندے تشریف لاتے تو سرف منگوا کر از خود ٹوپی، رومال دھوتے، خشک ہونے کے بعد سر پر رکھ کر رومال سے مخصوص انداز میں عمامہ باندھتے، اور جوش و جذبہ کے ساتھ ناموس رسالت کے مشن پر روانہ ہو جاتے، ایسا بھی بارہا ہوا کہ ایک ہی سوٹ زیب تن ہوتا اسے دھو کر صبح دوبارہ پہن لیتے، طبیعت میں کوئی ناز و نخرہ نہیں تھا، جہاں بٹھایا بیٹھ گئے، جو کھلایا خوشی خوشی کھا لیا، جیسے کہا دل رکھنے کے لئے ویسے ہی مان لیا۔ گرمیوں کے رمضان میں رات کو ہی دو روٹیاں لے کر رومال میں باندھ لیتے اور پھلوں کے بادشاہ آم کے ساتھ سحری کرتے، میرپور خاص کی کوئی گلی ایسی نہ ہوگی جس پر مولانا مرحوم پیدل نہ چلے ہوں، یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے ضلع میرپور خاص میں سب سے زیادہ پیدل چلنے کا اعزاز مولانا مرحوم کو حاصل تھا۔ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ آپ میں کوٹ کر

بھرا ہوا تھا، ہر ساتھی کی خوشی وغمی میں برابر کے شریک رہتے، مریض کی عیادت کرنا اور تسلی دینا تو آپ کی فطرت میں شامل تھا، عرصہ ۲۰ سال تک آپؒ نے سندھ میں قادیانیت کا تعاقب کیا، ان کے سامنے دیوار برلن بنے رہے، خصوصاً گولارچی، میرپور خاص، سنجر چانگ، کنری، نالسی کے قادیانیوں کو نکیل ڈالنا آپ کے نمایاں کارنامے تھے۔

سنجر چانگ تحصیل چمبڑ ضلع ٹنڈوالٰہیار کے علاقہ میں واقع ہے۔ جہاں قادیانیوں کی اکثریت ہے۔ بشیر آباد، غفور آباد کے نام سے اسٹیٹ قائم ہیں۔ اردگرد بھی چھوٹے چھوٹے گاؤں قادیانیوں کے ہیں۔ یہ زمیندار اور کلیدی عہدوں پر براجمان ہیں، یہاں قادیانی کھلم کھلا تبلیغ کرتے تھے۔ اپنے اجتماعات میں مسلمانوں کو مدعو کرتے تھے۔ مقامی مسلمان دفاعی پوزیشن اور کسمپرسی کی حالت میں تھے۔

۲۰۰۷ء کے لگ بھگ قادیانیوں نے تین روزہ اجتماع منعقد کیا، اس میں مسلمانوں کو بھی دعوت دی اور سیلائٹ ٹی وی کے ذریعے موجودہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور کی ہفوات سنائیں۔ مولانا محمد علی صدیقیؒ اس اجتماع سے آگاہ ہوئے تو ان میں تشویش کی لہر دوڑ گئی، مولانا محمد علی صدیقیؒ نے ٹنڈوالٰہیار، ٹنڈوغلام علی و دیگر کئی شہروں کے علماء پر مشتمل ٹیم بنا کر سنجر چانگ کا دورہ کیا اور سڑک کے دونوں اطراف جماعت کی شکل میں گشت کیا اور علاقائی عوام الناس کو عقیدہ ختم نبوت وفتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا۔ ظہر کے بعد جامع مسجد میں علماء کرام و عوام الناس کو مدعو کیا، بیانات ہوئے انتظامیہ میں کھلبلی مچ گئی۔ عاشقان مصطفی نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کے سہ روزہ اجتماع کو بند کیا جائے۔ اللہ رب العزت کے کرم پر قربان جایئے کہ پہلے ہی دن ان کا پروگرام بند کروا دیا گیا، اب سنجر چانگ میں قادیانیوں کا اجتماع نہیں ہوتا اللہ رب العزت نے مولانا مرحوم کو کئی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنایا۔

سنجر چانگ میں مسلمانوں کا کوئی دینی مرکز نہ تھا دینی تعلیم کا نظم بھی سرے سے مفقود تھا، قادیانیوں کے پاس مسلمان بچے تعلیم حاصل کرتے، ان حالات میں وہاں کے مسلمانوں اور بچوں کے ایمان کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہاں پلاٹ خریدنے کی کوشش شروع ہوئی، مسلسل تین سالہ جدوجہد کے بعد ۲۰۱۰ء میں ۳۰۰۰ مربع فٹ کا ایک پلاٹ ۱۲ لاکھ روپے میں خریدا گیا۔ جہاں مدرسہ عربیہ خاتم النبیین کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سنگ بنیاد کی تقریب میں رئیس العلماء، صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ، شہید ختم نبوت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی، مولانا قاضی احسان احمد ودیگر کئی علماء کرام شریک ہوئے۔

۲۰۱۱ء میں ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا تقریباً ۴۰ طلباء داخل ہوئے، ہر سال طلباء کی تعداد برابر بڑھتی چلی جارہی ہے اس وقت بحمدہ تعالیٰ ۹۰ طلباء رہائشی، ۱۴ اساتذہ کرام اور دیگر عملہ مصروف عمل ہیں۔ پہلی منزل میں ہال نما دو درسگاہیں، دفتر، باورچی خانہ، اسٹور قائم کیے گئے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری منزل تعمیر کی اس میں تین ہال ہیں، مدرسہ میں علاقہ کے عوام الناس کے لئے ختم نبوت تربیتی نشست کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے، اس وقت تک الحمدللہ بڑی تعداد میں طلباء نے حفظ مکمل کیا ہے اور ۴ خاندانوں کے ۲۸ افراد قادیانیت ترک کر کے مسلمان ہوچکے ہیں جن میں سنجر چانگ کے دو خاندان، غفور آباد اسٹیٹ اور نیو دمبالو کا ایک ایک خاندان شامل ہے پہلے مسلمان قادیانیوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے اور ظلم کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ اب مدرسہ کی برکت سے مقامی مسلمانوں کو جینے کا حوصلہ ملا ہے۔ قادیانیت منہ چھپائے پھر رہی ہے۔ مدرسہ میں نئے داخلہ کے لئے طلباء، کانفرنس میں شرکاء، تربیتی نشست میں علاقائی افراد کی تعداد دن بدن، سال بہ سال بڑھتی چلی جارہی ہے، سنجر چانگ میں یہ دینی خدمت مولانا محمد علی صدیقیؒ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

گولارچی میں جامع مسجد مدینہ ہے اس کے ساتھ مدرسہ دارالہدیٰ ہے، یہ مدرسہ اب سندھ، حیدر آباد کا معروف دینی ادارہ جامعہ عربیہ ریاض العلوم کی شاخ ہے، دارالہدیٰ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کی خاطر اسے ریاض العلوم کی شاخ بنانے میں مولانا مرحوم کا کردار ہے، آج وہاں قرآن وحدیث کی تعلیم ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے، ان کی دینی وملی خدمات آنے والی نسلوں کے لئے ایک روشن باب ہوگا رب کریم مولانا محمد علی صدیقیؒ کی خدمات عالیہ کو قبول فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز

گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز

دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی

فون: 32545573

مغربی تہذیب کا تضاد

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی تہذیب نے انسانی زندگی کو سہولتوں اور آسائشوں سے معمور کردیا ہے، اس نے انسان کے ان مسائل اور دشواریوں کو جن کو وہ صدیوں سے سامنا کررہا تھا، بڑی حد تک حل کردیا ہے، عقل اور علم نے تحقیق کے نئے میدان تلاش کئے ہیں اور علمی ترقی کے ایسے ذرائع و وسائل انسان کو حاصل ہوگئے ہیں جن کا پہلے تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اس تہذیب نے یونانی اسلامی سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کرکے انسانی معلومات میں غیرمعمولی اضافہ کیا، جس کے نتیجہ میں انسان قدرتی وسائل کے بڑے حصہ پر قابض و حاوی ہوگیا، کسی زمانہ میں اسٹیمر اور بھاپ و پیٹرول کی قوت سے چلنے والی سواریوں کی ایجاد حیرت انگیز سمجھی جاتی تھی، لیکن اب ایسی سواریاں وجود میں آچکی ہیں جن کی رفتار آواز کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز ہے، میڈیا، ذرائع ابلاغ و مواصلات نے تصور و خیال سے زیادہ ترقی حاصل کی ہے۔ اس تہذیب نے انسان کو زندگی کی وہ آسائشیں دے دی ہیں جو پہلے حکام اور امیروں کو بھی میسر نہ تھیں، قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ ان کے جائز و بے جا استعمال سے روکنے کی کوئی شرط اور نہ اس میں کوئی امتیاز یا پابندی۔

اس نئی تہذیب نے آپس کے ربط وضبط، تعلق اور اتحاد و اتفاق کی طاقت کو بڑھایا ہے، جس کے نتیجہ میں معاشرہ کا ہر فرد عزت و شرافت، سکون و اطمینان کی زندگی سے حقوق کی محافظ تنظیموں اور قوانین کے سایہ میں بہرہ مند ہورہا ہے، ان تنظیموں اور قوانین کے تحفظ اور ان کے نظم وضبط کو منظم کرنے کے لئے ایسی ایجنسیاں قائم کی گئی ہیں جو ان کے معیار کو مزید بلند کرنے اور ان کے مخالفین کو ان کے تابع کرنے کی کوشش کررہی ہیں، اس تہذیب نے تعلیم و تربیت کے معیار کو بھی بلند کیا ہے اور علوم کو عام کیا ہے اور اس میں اضافہ ہورہا ہے، ان کے ایسے ایسے وسائل و اسباب مہیا کردیئے ہیں جن کے نتیجہ میں تقریباً ہر ملک میں سائنس کے ہر موضوع کے محققین اور ماہر سائنس دانوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، اس نے طبی سہولتوں اور میڈیکل سائنس کی تحقیقات کے ذریعہ انسانی صحت کے وسائل فراہم کئے ہیں جو پہلے بہت محدود تھے۔

موجودہ تہذیب نے طاقت وقوت کی پیداوار اور انسان کے منافع اور مفاد میں ان کے استعمال کی صلاحیت کے معیار کو بھی بڑھادیا ہے، یہ قوت و صلاحیت، زراعت و تجارت، صنعت و حرفت اور میڈیکل سائنس کی تحقیقات میں استعمال کی گئی جس سے انسان کی ضرورت کی چیزوں کی پیداوار میں اور استعمال میں عظیم اضافہ ہوا ہے، ان صلاحیتوں سے موجودہ دور کا انسان فائدہ اٹھارہا ہے۔

مذکورہ بالا منافع اور کوششیں لائق تحسین اور قابل ذکر ہیں، لیکن زندگی کے دوسرے شعبوں اور میدانوں میں تہذیب جدید نے بعض نقصان دہ رجحانات پیدا کئے ہیں، وہ ایک طرف جدید ہے تو دوسری طرف قدیم مثلاً قدیم یونانی کتب فکر سے اختلاف کے دعوے کے باوجود اس کے بہت سے اصول وضوابط، افکار ونظریات کو برابر گلے لگائے ہوئے ہے، قومی عصبیت اور مسیحیت سے اس کی وابستگی ناقابل تردید واقعہ ہے، کالے اور گورے کے درمیان امتیاز و تفریق، گورے کو کالے پر امتیازی تفوق، غلبہ کی چاہت، اسباب و وسائل زندگی سے لطف اندوزی، تسلی و تفریحی سامان کا ضرورت سے زیادہ اہتمام اس کا شعار بن گیا ہے، اس کا ہر مفکر، مصنف، ادیب و انشاء پرداز اپنی فکر ارسطو (۳۲۲_۳۸۴ق م) سے جوڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے اپنی معاشرت و معیشت، تعلیم و تربیت اور اخلاق کے جدید نظریات، افکار و خیالات کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

اسی طرح موجودہ مغربی تہذیب کا مسیحیت سے معاشرتی فکری اور قلبی لگاؤ ہے اور اس میں اس کا انداز صلیبی اور معاندانہ ہے، حالانکہ وہ دہریت والحاد کا دعویدار اور دین کے خلاف بغاوت کا علمبردار، نصرانیت کی ایک طرفہ جانبداری کے تمام گوشے اس تہذیب کے دور سیادت و قیادت میں پوری دنیا کے سامنے ظاہر ہوچکے ہیں اور نصرانیت کی نشر و اشاعت کا اہتمام بھی واضح ہوچکا ہے، مسیحی مشنریوں پر بے تحاشہ خرچ، افریقہ و ایشیا کے دور دراز علاقوں کو مسیحیت میں تبدیل کرنے کی چاہت و خواہش، دو دو چار کی طرح واضح ہوچکی ہے اور صلیبی جنگیں جو خود اس نے چھیڑی تھیں، اب تک یورپ کے حکام اور دانشوروں کے ذہن پر چھائی ہوئی ہیں، غیر مسیحیوں سے انتقامی احساسات و جذبات تجربہ کی اس تلخی کو جلادے رہے ہیں، اسلامی ملکوں کے ساتھ اس کے سلوک سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اسلامی ملکوں

کو اپنے دباؤ میں لینے کے لئے اسلامی تحریکوں، تنظیموں کا خاتمہ کرنا، شرعی قوانین کے نفاذ پر پابندی عائد کرنا اور اسلامی ملکوں میں مسیحیوں کے حق میں کسی قسم کی زیادتی پر حد سے زیادہ تاثر کا اظہار اسی قبیل کی مثالیں ہیں اور مشرقی تیمور، دارفور اور سوڈان کی تقسیم کے واقعات اس کے واضح ثبوت ہیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آچکی ہے کہ یورپی تہذیب نہ تو سیکولر مزاج ہے اور نہ ہی خالص علمی یا موضوعی اور یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ یورپی ممالک جہاں فرد، جماعت اور انسانی حقوق کے تحفظ کے سب سے زیادہ محافظ سمجھے جاتے ہیں، خود اپنی ماتحت قوموں کے ساتھ ہر قسم کا ظلم وستم، زیادتی و ناانصافی روا کھتے ہیں اور ان پر اپنی ثقافت کو تھوپنا چاہتے ہیں اور فقر وفاقہ، معیشت کی تنگی و بدحالی اور جہالت سے دوچار قوموں کو اپنی سامراجیت و بربریت کا شکار بناتے ہیں، ان کے مزاج کو بدلنے، ان کی تاریخ کو مسخ کرنے اور ان کی قومی خصوصیات وتشخصات کا خاتمہ کرنے کے لئے وہاں کی حکومتیں اور تنظیمیں مسلسل کوشاں رہتی ہیں اور اس مقصد کے لئے جو ظالمانہ نظام ان ملکوں میں قائم ہیں ان کی یہ مغربی ممالک سرپرستی کرتے ہیں اور جو نظام اس سامراجی مقصد کے حصول میں رکاوٹ بنتے ہیں ان کے خلاف بغاوت کرادیتے ہیں، حالیہ چند برسوں میں عالم عربی و اسلامی میں ہونے والے انقلابات جن کو ”عرب بہاریہ“ کا نام دیا گیا، اس کی مثال ہیں، اسی طرح تونس، لیبیا، مصر، عراق اور شام کے متعلق مغرب کا معاندانہ موقف ہے۔

موجودہ تہذیب کی واضح علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم دوستی، اس کی نشر واشاعت، آزادی رائے، علمی وفنی سرمایہ کی خدمت کی علمبردار ہونے کے باوجود وہ دوسری قوموں کے علوم وفنون کے سرمایہ کے ساتھ حاقدانہ اور معاندانہ معاملہ کرتی ہے۔ مستشرقین اور ان مغربی محققین کی طرح جنہوں نے عالمی آداب ولسانیات کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے، ان میں دوسرے آداب ولسانی خصوصیات کو ناجائز طور پر شامل کرنے اور قومی رسم الخط کی جگہ لاطینی رسم الخط نافذ و رائج کرنے اور کمزور پچھڑی قوموں کو پرانی تہذیب وثقافت سے رشتہ و ناطہ توڑنے کی انتھک کوشش کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس تہذیب کے دور اقتدار اور سامراجی عہد میں قومیں تباہ وبرباد کردی گئیں، دنیا کے مختلف گوشوں میں علوم وفنون، آداب و لسانیات کا خاتمہ کردیا گیا اور یورپین ممالک نے اپنی تہذیب کو عام کرنے اور رواج دینے کے لئے نئی تاریخ وضع کی، تمام قوموں پر سفید فام نسل کے تفوق و امتیاز کو ثابت کرنے کی کوشش کی، ماضی قریب میں ”جنوبی افریقا“ اور ایشیا میں اور دور حاضر میں امریکا میں نسلی امتیاز وتفریق کی سیاست اختیار کی گئی، اس کی تازہ مثال نئے امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے اقدامات ہیں جو مسلمانوں کو ملک سے نکالنے کی مسلسل دھمکی دے رہے ہیں اور سات مسلم ممالک (صومالیہ، شام، ایران، عراق، لیبیا، سوڈان، یمن) پر ویزہ پابندی عائد کردی ہے جسے فی الحال عدالت کی جانب سے منسوخ کردیا گیا ہے۔

مسلم ملکوں کی اکثریت کے خلاف مغرب کا رویہ، اس کی دوہری پالیسی کی علامت ہے، اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مغربی تہذیب کے اندرون ملک کے پیمانے کچھ ہیں اور بیرون کے لئے کچھ اور، کسی طبقہ کے لئے کچھ اور کسی دوسرے طبقہ کے لئے کچھ اور، یہ دوہری پالیسی عہد سامراجیت سے مسلسل جاری ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یورپ نے ایک طرف تعمیری کارنامے انجام دیئے ہیں تو دوسری طرف تخریبی بھی علمی وتحقیقی کارنامہ انجام دیا ہے تو کبھی ان علمی وتحقیقی کارناموں کے بہتر نتائج کو تاخت وتاراج کردیا ہے، اگر ایک طرف معیشت ومعاشرت کو بلند کیا ہے، تو دوسری حیثیت سے مادی منفعت کے پیچھے دوڑ اور استحصال کے نتیجہ میں اس کو پریشانیوں اور دشواریوں کا شکار بھی بنادیا ہے، اس طرح مغربی تہذیب نے جہاں زندگی کی مشکلات اور دشواریوں کو حل کیا ہے، وہیں دوسری ایسی پریشانیاں اور پیچیدگیاں بھی پیدا کردی ہیں جس کے لئے لوگوں کا خون بہایا جارہا ہے۔

☆☆.....................☆☆

انسانی عزم کی قوت وطاقت

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم بُرے زمانہ میں پیدا ہوئے، حالات حد درجہ خراب ہیں، مشکلات ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، لیکن میں اس کے برخلاف کہتا ہوں کہ ہم بڑے خوش قسمت ہیں، لائق صد مبارکباد ہیں کہ اس زمانہ میں پیدا ہوئے، کیونکہ ہم کو تھوڑی سی محنت وکوشش کے بعد بڑا ثواب اور بڑا مقام مل سکتا ہے، اگر ہم اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہوتے کہ جب بڑی بڑی صلاحیتوں کے لوگ پیدا ہوئے تو ہم کس شمار میں آتے؟ اس وقت ان حضرات کی جوتیاں سیدھی کرنا ہمارے لئے ایک باعث فخر ہوتا، میدانِ عمل اور میدانِ کارزار میں ہمارا کچھ مقام نہ ہوتا، لیکن اس دور میں کم صلاحیتوں کے باوجود بہت کچھ کرسکتے ہیں اور حقیقتاً کام کرنے کا لطف بھی ایسے ہی زمانہ میں ہے، کیونکہ جب باد مخالف کے تھپیڑے اور مخالف موجوں کا زور نہ ہو تو کیا لطف ومزہ ہے۔ جس طرح پتھروں کو ٹکرا کر اگر شعلہ پیدا کیا جاسکتا ہے، اسی طرح انسانی عزم بھی مخالف قوتوں سے ٹکرا ہی ابھرتا ہے، یہ زمانہ، یہ ملک، یہ ماحول ماتم کے لئے نہیں، بلکہ مسرت اور شادمانی کا موقع ہے کہ ہم تھوڑا کریں اور بہت پائیں، کیونکہ زندگی استحقاق کا نام ہے، عجز وعاجزی کا نام نہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

تذکرہ مولانا

سیّد نیاز احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا سیّد نیاز احمد شاہ گیلانیؒ جالندھر سے مہاجر ہوکر تلمبہ تشریف لائے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مرشد الاحرار حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ جمعیت علماء اسلام ضلع ملتان کے امیر اور صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ رہے۔ راقم نے پہلی مرتبہ آپ کو شجاع آبادی ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے موقع پر دیکھا اور آپ جمعیت کی تحصیل کا انتخاب کرانے کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے جمعیت علماء اسلام کے لئے شب و روز ایک کرکے جمعیت کو مغربی پاکستان میں دوسری بڑی جماعت بنادیا۔ امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، صوبائی امیر اور شاہ صاحب صوبہ کے ناظم اعلیٰ تھے۔

حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ زیادہ تر سفر نہیں فرماتے تھے جبکہ حضرت شاہ صاحب نے شب و روز محنت کی اور پیپلز پارٹی کے بعد سب سے زیادہ ووٹ جمعیت علماء اسلام نے لئے۔ وہ عجیب دور تھا کہ ہر طرف بزرگ شخصیات الیکشن کے اکھاڑہ میں اترے ہوئی تھیں۔ شجاع آباد میں ہمارے شیخ حضرت بہلویؒ کو میدان میں اتارا گیا اور تحصیل جمعیت کا انتخاب ہوا تو ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ تحصیل کے امیر چنے گئے تو اس اجلاس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی تھے۔ پنجاب میں بالخصوص اور مغربی پاکستان میں بالعموم پیپلز پارٹی کا مقابلہ جمعیت علماء اسلام نے کیا۔ حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ نے تلمبہ میں مرکزی جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور جامعہ قادریہ عیدگاہ کے نام سے مدرسہ کی بھی بنیاد رکھی اب یہ مسجد و مدرسہ مولانا طارق جمیل مدظلہ کی نگرانی اور مولانا شوکت علی ناصر کے اہتمام میں ترقی کے منازل طے کررہا ہے۔

مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانیؒ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا، آپ کو ہتھکڑی پہنائی گئی تو آپ نے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاکر ہاتھوں کو جھٹکا دیا، تو ہتھکڑی ٹوٹ گئی ایسا تین مرتبہ ہوا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے اس میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ اہل حق کے طبقہ کے قافلہ سالار رہے اور جتنا عرصہ سیاست میں رہے، فعال کردار ادا کیا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کا دور ظلم و استبداد کا دور تھا۔ معمولی باتوں پر گرفتاریاں عمل میں لائی جاتیں اور اہل حق کا گھیرا تنگ کیا جاتا۔ بایں ہمہ آپ نہ تو جھکے اور نہ ہی دبے، آپ کی سعادتوں کے امین تھے۔ گیلانی سادات سے خاندانی اور قومیت کا تعلق تھا، حسنی حسینی سیّد ہونے کے ناطے جرأت و بہادری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مرشد الاحرار حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز اور تربیت یافتہ ہونے کی سعادتوں نے آپ کو کندن بنادیا تھا۔ بھٹو دور کے ظلم واستبداد کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں سے مسلکی، سیاسی اور ذاتی تعلقات تھے تو اس لحاظ سے مجلس کو اپنی ہی جماعت سمجھتے۔ مجلس کے پروگراموں میں شرکت باعث سعادت سمجھتے تھے۔ راقم کو دو دن اُن کی قائم کردہ مسجد میں کورس کے سلسلہ میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی تو خیال آیا کہ مرحوم کی خدمات کے حوالہ سے مختصر مضمون سپرد قلم وقرطاس کیا جائے۔

حضرت شاہ صاحبؒ سے والہانہ عقیدت و محبت کا احساس پہلی مرتبہ اس وقت ہوا۔ جب آج سے سولہ سترہ سال پہلے آپ کی قائم کردہ مسجد میں بیان کی سعادت نصیب ہوئی تو اتنی رقت طاری ہوئی کہ بندہ آپ کا ذکر خیر کرکے خود بھی روتا رہا اور مجمع بھی روتا رہا اور دوسری مرتبہ ’’پیپلاں‘‘ میانوالی میں مداح صحابہ و اہلبیت جناب خان محمد کنترؒ کی قبر مبارک پر حاضری کے بعد جب رات کو بیان ہوا تو کنتر مرحوم بے ساختہ آ گئے ان کا ذکر خیر کرکے راقم خود بھی رویا اور مجمع بھی روتا رہا۔

بہرحال حضرت شاہ صاحبؒ نے مصروف ترین وقت گزار کر ۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷؍مئی ۱۹۷۷ء کو انتقال فرمایا اور اپنی قائم کردہ بڑی مرکزی مسجد کے مشرقی کونہ میں آرام فرما ہیں۔

☆☆..........☆☆

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناء پر طویل ہوگیا تو انہوں نے اس کا نام ”معتمد اور غیر معتمد تفاسیر“ رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ”ختم نبوت“ میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۱۲) حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

چوہدری غلام احمد خان پرویز کی تفسیر

بہرحال حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ نے اہل باطل میں سے دو بڑے مشہور اہل باطل کا تذکرہ اپنی کتاب یتیمۃ البیان میں نہیں کیا ہے شاید ان لوگوں کی تفاسیر بعد میں منظر عام پر آئی ہوں گی ان دو اہل باطل میں سے ایک چوہدری غلام احمد خان پرویز بی اے ہیں اور دوسرا مولانا وحید الدین خان ہیں۔ چوہدری غلام احمد خان پرویز کی تفسیر کا نام انہوں نے معارف القرآن رکھا ہے اسی طرح غلام احمد پرویز کی ایک اور تفسیر ہے جس کا نام اس نے مطالب الفرقان رکھا ہے دونوں کی ابتداء میں پرویز صاحب نے تفسیر لکھنے کی وجوہات بیان کی ہیں اور سلف صالحین کی تفاسیر کے نقصانات بیان کرکے اس سے احتراز کا اعلان کیا ہے ان کی تفسیر معارف القرآن کی ابتداء میں ان کے ایک ہم خیال مداح مولوی اسلم جیراج پوری نے بھی ایک مقدمہ لکھا ہے کافی لمبا ہے اس میں انہوں نے سابقہ مفسرین کی تفاسیر میں سات نقائص کا ذکر کیا ہے لمبی چوڑی داستان ہے میں صرف اشارہ کے طور پر ان نقائص کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ لکھتے ہیں:

(۱) سب سے پہلا نقص یہ ہے کہ ان مفسرین نے قرآن کی تشریح کے اصول مقرر نہیں کیے ہیں۔ (مقدمہ ص:۳۳)

(۲) ان مفسروں نے قرآن کی تفسیر کا جو طریقہ رکھا ہے، وہ وہی ہے جس کے مطابق کسی انسانی کتاب کی تشریح کی جاتی ہے، یعنی فاتحہ سے شروع کرکے ایک ایک آیت کی سلسلہ وار تفسیر لکھتے چلے جاتے ہیں اور خاتمہ تک پہنچا دیتے ہیں اس طرح آیات والفاظ کے معانی کی شرح تو ضرور ہوجاتی ہے مگر قرآن سمجھ میں نہیں آتا، یعنی اس کو کوئی تعلیم حاصل نہیں ہوتی ہے۔ (مقدمہ ص:۳۳)

(۳) اکثر تفاسیر میں آیات و الفاظ کی تشریحات روایات سے کی گئی ہیں اور تفسیری روایات کی بابت ہم لکھ چکے ہیں کہ ان کا بڑا حصہ خود محدثین کے نزدیک موضوع ہے۔ (ص:۳۴)

(۴) ایک خاص شکایت یہ ہے کہ ان تفسیر نگاروں نے خود اپنے دماغوں سے بہت کم محنت لی ہے الا ماشاء اللہ زیادہ تر متقدمین ہی کی باتیں اور روایتیں نقل کرتے چلے آئے ہیں بعض بزرگ تو اس قسم کے گزرے ہیں جنہوں نے اپنی تفسیریں محض ثواب کا ذخیرہ اور جنت کا ذریعہ سمجھ کر لکھی ہیں۔ یعنی تقربا الی اللہ خدام قرآن میں داخل ہوگئے بحالیکہ ان کی تفسیروں میں کوئی چیز ایسی نہیں ملتی، جس پر کسی طالب قرآن کی زبان سے ان کے لئے مغفرت کی دعاء نکلے۔ (مقدمہ ص:۳۴)

(۵) یہ مفسرین بالعموم قرآن میں نسخ کے قائل ہیں چنانچہ بہت سی محکم اور یقینی آیتوں پر بھی نسخ کے احکام لگاتے چلے جاتے ہیں۔ (مقدمہ:۳۵)

(۶) یہ مفسرین بہت سی آیتوں کی تفسیر میں متعدد معانی اور مختلف اقوال نقل کرتے ہیں الغرض سینکڑوں الفاظ وآیات ہیں جن کی کئی کئی تفسیریں، یا، یا کرکے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ (مقدمہ ص:۳۵)

(۷) ان مفسروں کو قرآنی حقائق کی جستجو کم اور غیر متعلق اور غیر ضروری باتوں کی تلاش زیادہ رہتی ہے جنت کا ذکر ہے تو اس کے پیالوں اور آبخوروں کی تعداد کا شمار اور کوثر اور طوبیٰ کی پیمائش کریں گے دوزخ کے بیان میں اس کے طبقوں کی گہرائی اور سانپوں اور بچھوؤں کی درازی ناپیں گے۔ (مقدمہ ص:۳۵)

ان نقائص کے ذکر کرنے کے بعد اسلم جیراج پوری نے کئی کئی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن خود نور اور روشنی ہے اس کے سمجھنے کے لئے کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں ہے قرآن خود بیان اور تبیان ہے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ قرآن ہر چیز کے لئے تفصیل ہے کسی اور چیز کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے یہ قرآن لاریب کتاب ہے اور کتاب مُبین ہے کسی اور چیز کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

الغرض قرآن فہمی کا اصل الاصول یہ ہے کہ اس کی بیان کی ہوئی جس حقیقت کی تفصیل مطلوب ہو وہ قرآن ہی سے نکالی جائے کیونکہ قرآن کی تفسیر اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ یعنی پھر اس کی تشریح بھی ہمارے ذمہ ہے بہر حال جیراج پوری صاحب نے اس طرح دیگر دسیوں آیات سے اپنا یہ مطلب نکالا ہے کہ قرآن کریم خود پورا ہے اس کے سمجھنے کے لئے کسی حدیث یا روایت کی ضرورت نہیں ہے پھر اس خرافاتی مقدمہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اب میرے مخلص رفیق چوہدری غلام احمد خان پرویز بی اے جن کو اللہ نے قرآن فہمی کی توفیق عطا فرمائی ہے اسی نہج پر اپنی کتاب معارف القرآن پیش کر رہے ہیں جو کچھ انہوں نے سمجھا وہ قرآن ہی کی تعلیم ہے نہ کہ انسانی خیالات کیونکہ کسی خاص خیال کو لیکر قرآن میں گھسنا اور اس کی آیات کو اس کے مطابق موڑنا خالص الحاد ہے، جس کی سزا جہنم ہے۔

(مقدمہ ص:۳۵،۳۶)

محمد اسلم جیراج پوری ۱۰ اپریل جامعہ نگر دہلی

چوہدری پرویز صاحب کا مقدمہ تفسیر

چوہدری غلام احمد خان پرویز نے اپنی خود ساختہ تفسیر معارف القرآن کی ابتداء میں خود ایک لمبا مقدمہ تفسیر لکھا ہے۔ چند باتیں ملاحظہ فرمائیں اور باقی کا اندازہ لگائیں۔

ماضی پرستی

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب لکھتے ہیں: ”مذہب پرست طبقہ کی سب سے بڑی کمزوری اس کی ماضی پرستی ہے جو انہیں اپنے تصورات کے تنگ دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھنے دیتی اس (ماضی پرستی) کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ پہلے سمجھا گیا اس سے زیادہ اب سمجھا نہیں جا سکتا ہے جو کچھ پہلے کہا گیا ہے اس پر ایک حرف کا اضافہ نہیں ہو سکتا ہے۔“ (مقدمہ ص:۵۰)

قرآن فہمی

اس عنوان کے ضمن میں پرویز صاحب لکھتے ہیں: ”اب سوال یہ ہے کہ جب قرآن کریم کو کسی خاص زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا اور کوئی شخص اسے اپنے خیالات کی روشنی کے تابع بھی نہیں کر سکتا تو پھر اسے سمجھا کیسے جا سکتا ہے قرآن کی رو سے اس کا جواب کچھ مشکل نہیں قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اور اس تفسیر میں وہ کسی خارجی روشنی (یعنی احادیث) کا محتاج نہیں وہ علم خداوندی کا نور مبین ہے اور نور کو کسی انسانی چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی۔“ (مقدمہ ص:۵۱)

پرویز صاحب آگے لکھتے ہیں: ”سعادت مند نوجوانوں کے دل میں قرآن کا شوق پیدا ہوتا ہے تو وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم قرآن کو کس طرح سمجھیں، میں نے اس مشکل کی صحیح وجہ اور اس کا حل معلوم کرنے میں غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ چاہتے ہیں کہ مختلف مباحث و مسائل بیک نظر ان کے سامنے آ جائیں اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کے سامنے قرآن کریم کو اس شکل میں پیش کیا جائے کہ اس کے سمجھنے میں تردد اور کاوش نہ ہو اور ہر مسئلہ کے متعلق قرآن کریم کی تمام و کمال تعلیم کو اس طرح یکجا جمع کیا جائے کہ وہ ایک مربوط و مسلسل مضمون کی صورت اختیار کر لے۔ یہ چیزیں ہماری مروجہ تفاسیر میں نہیں مل سکتی اس لئے کہ وہ شروع سے آخر تک ایک ایک آیت کا الگ الگ مطلب بیان کرتی جاتی ہے جس سے آیات کا مطلب سمجھ میں آ جائے تو آ جائے لیکن قرآن کریم کی پوری تعلیم سمجھ میں نہیں آ سکتی۔“ (مقدمہ معارف القرآن ص:۵۳) غلام احمد پرویز ۱۵ جون ۱۹۴۱ء

بہر حال چوہدری غلام احمد خان پرویز نے بھی اپنی تفسیر کے لئے وہی جدید طریقہ اختیار کر لیا جو ان کے پیشرو اہل باطل نے اختیار کیا تھا اور جو ان کے بعد اہل باطل اختیار کر رہے ہیں۔

چوہدری غلام احمد خان پرویز نے مطالب الفرقان کے نام سے بھی ایک تفسیر لکھدی ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا ہے اس تفسیر اور اس کی سنہ اشاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں چوہدری غلام احمد پرویز صاحب بالکل گمراہ ہو چکا تھا میں اس تفسیر کے مقدمہ سے چند عبارات نقل کرتا ہوں پھر اس کی اس تفسیر سے ان کے گمراہ کن عقائد نقل کروں گا مقدمہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں:

ادب و صحافت میں گھٹیا درجہ کی لذت آفرینی

”جن لوگوں کو مذہبی مطالعہ کی عادت نہیں ان کا تو کیا ذکر کیجیے، ملک میں گزشتہ بیس تیس سال کے عرصہ میں محض کاروباری نقطہ نظر سے ادب و صحافت میں گھٹیا درجہ کی لذت آفرینی اور پست قسم کی ذہنی آسودگی کا جو زہر بڑی جادوگری اور فن کمال کے ساتھ ملایا گیا ہے یہ اس زہر آمیزی کا اثر ہے کہ مذہبی طبقہ بھی ادب و صحافت کی ان رنگینیوں کا دل دادہ بن گیا ہے۔ آج مذاق کی پستی کا عالم یہ ہے کہ کسی دینی مسلک اور کسی علمی نظریہ کو ہم دینی اور علمی زبان میں بیان نہیں کر سکتے، پڑھنے والوں کو ان مضامین و افکار سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اور اگر برائے نام کوئی دلچسپی ہے بھی تو وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ان مسائل کو بیان کرتے وقت ایک بازاری قسم کے افسانہ کی زبان اور ایک بدترین قسم کے ناول کا انداز بیان اختیار کیا جائے۔ اگر علمی مسائل کے ساتھ ”افسانہ و غزل“ کی رنگ آرائیاں اور لب و لہجہ کی یہ شوخیاں موجود ہیں تو سب کچھ ہے اور اگر یہ نہیں بلکہ صرف ایک علمی مسئلہ، علمی مسئلہ کے رنگ میں اور ایک دینی حقیقت کے لباس میں ہے تو کچھ نہیں۔“

(از قلم: مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر، ماہنامہ ”دارالعلوم“ دیوبند محرم ۱۳۷۲ھ)

مرسلہ: مولانا سید محمد زین العابدین

آغاز سخن

پرویز صاحب کہتے ہیں: میں قرآن کریم کا ادنیٰ طالب العلم ہوں، میں نے اپنی ساری زندگی اس کتاب عظیم کے سمجھنے اور سمجھانے میں صرف کی ہے، جب میں "ساری عمر" کہتا ہوں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں کرتا۔ پانچ چھ برس کی عمر سے کہ جب مجھے مکتب میں بٹھایا گیا، اس وقت تک، کہ میرا رہرو عمر بیاسی سے بھی زیادہ منازل طے کرچکا ہے، بجز ان دنوں کے جب میں کسی وجہ سے معذور ہوگیا ہوں، شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو جب قرآن مجید میری نگاہوں کے سامنے نہ رہا ہو۔ عمر کے پہلے حصہ میں اس کا مطالعہ مروجہ قدامت پرستانہ طریق سے کیا۔ اس کے بعد جب حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور پرکھنے کا شعور بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ جو کچھ میں نے قرآن سے سمجھا تھا وہ مجھے حقیقت سے بہت دور لے گیا تھا۔ اس سے خود اسلام کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات ابھرنے شروع ہوئے جن کا اطمینان بخش جواب کہیں سے نہیں مل رہا تھا۔ برسوں تک میں ریب وتشکیک کی انہی پُرخار وادیوں میں، وقفِ کرب واضطراب، سرگرداں وحیراں پھرتا رہا۔ اسی دشت نوردی میں مجھے اس کا علم واحساس بھی ہوا کہ ہمارا نوجوان، تعلیم یافتہ طبقہ مذہب گزیدہ کیوں ہورہا ہے میری قسمت نے یاوری کی، اور تائید ایزدی، یہ حقیقت سمجھ میں آئی کہ قرآن مجید کے سمجھنے کا صحیح طریق کیا ہے، قرآن کریم نے اپنے آپ کو نور (روشنی) کہا ہے۔ اور روشنی اپنے وجود کی دلیل آپ ہوتی ہے، اسے تلاش کرنے کے لئے خارجی چراغوں کی ضرورت نہیں ہوتی، لہٰذا قرآن خود قرآن ہی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ قرآن نازل کرنے والے (خدا) نے کہا ہے کہ ﴿اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ قرآن کی وضاحت خود ہمارے ذمہ ہے۔" (بحوالہ مطالب الفرقان)

تبصرہ:

راقم الحروف فضل محمد یوسف زئی کہتا ہے کہ اہل حق نے قرآن کی آیت ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ سے احادیث مقدسہ کی حجیت کو ثابت کیا ہے کہ اللہ نے قرآن عظیم کی تفسیر کی ذمہ داری خود لے لی ہے اور یہ تفسیر احادیث سے ہوتی ہے کیونکہ قرآن اگر خود قرآن کے لئے تفسیر بن جائے تو ہر آیت کے لئے دوسری آیت تفسیر ہوگی جو دوسری آئے گی اس کے لئے کسی اور کی ضرورت ہوگی اس طرح تسلسل لازم آئے گا جو باطل ہے کیونکہ وہ محال ہے باقی یہ جو مشہور ہے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضا کہ بعض قرآن اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے تو اس سے معروف تفسیر مراد نہیں ہے کیونکہ اس طرح تفسیر قرآن میں موجود نہیں ہے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں جہاں اجمال آیا ہے اس کی دوسری جگہ تفصیل آئی ہے یا جہاں ابہام آیا ہے اس کی دوسری جگہ وضاحت آئی ہے تو یہ اجمال وتفصیل اور ابہام اور وضاحت کا فرق ہے، اگر قرآن خود قرآن کے لئے تفسیر ہے تو پھر ان اہل باطل کے لئے تفسیر کا موقع کہاں سے آیا ہے جب کلام خداوندی خود بیان ہے اور خود تفسیر ہے تو پھر تو سب کچھ پہلے سے موجود ہے پھر جاوید احمد غامدی نے کیوں تفسیر لکھ دی؟ پرویز نے کیوں لکھ دی؟ عنایت اللہ مشرقی نے کیوں لکھ دی؟ امین احسن اصلاحی نے کیوں تفسیر لکھ دی؟ عبداللہ چکڑالوی نے کیوں تفسیر لکھدی جبکہ ان سب کا دعویٰ ہے کہ قرآن کے لئے کسی خارجی تفسیر کی قطعاً گنجائش نہیں ہے یہ عجیب لوگ ہیں کہتے ہیں کہ قرآن کو احادیث کے ذریعہ سے تفسیر کی ضرورت نہیں ہے اور پھر خود اتر کر قرآن عظیم کی خود ساختہ گمراہ کن تفسیر بالرائے کرنے لگ جاتے ہیں اگر قرآن عظیم خود بیان ہے خود نور مبین ہے خود تفصیل اور تفسیر ہے تو پھر یہ لوگ اس کی تفسیر کے پیچھے دوڑ کر کیوں آئے؟ اور جب تفسیر کرنے لگے تو تحریف کیوں کی؟ سیدھی سیدھی تفسیر کرتے تحریف نہ کرتے، لیکن احادیث کو چھوڑ کر صحیح تفسیر کون کرسکتا ہے تحریف ہی کرنا پڑے گا۔

(جاری ہے)

حضرت شیخ الہندؒ

"دارالعلوم کے احاطہ میں حدیث وتفسیر کے اُستاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے دارالعلوم کی مسند پر قدم رکھا تو چار سو شور مچ گیا کہ بارات کا دولہا آگیا ہے، نحیف ونزار بدن میں عزم وحوصلہ، نیکی ودین داری کی ایک بڑی مضبوط روح تھی، جس نے عالم اسلام میں ہنگامہ مچادیا، مرشد کامل اور شیخ وقت، خلوتوں میں خدا کے اطاعت گزار بندے اور سیاسی میدان میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خاں، خان عبدالغفار خاں، مولانا سیّد حسین احمد مدنی اور حسرت موہانی جیسے مشہور لیڈروں کے رہنما، ان کے نفس میں اللہ نے برکت اور سعادت بخشی تھی حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا سیّد فخرالدین مرادآبادیؒ جیسے شاگرد اگر کسی اُستاذ کو میسر آئے ہوں تو نام لیجیے!

شیخ الہندؒ کی صحبت ایک نعمت تھی کہ جسے حاصل ہوئی وہ سچا مسلمان اور بڑا انسان بن گیا، علم وشریعت کی دُنیا میں اُن کے شاگردوں نے اپنے اپنے وقت پر حکمرانی کی ہے، دارالعلوم میں حضرت شیخ الہندؒ نے علوم ومعارف کے دریا بہائے، آزادیٔ وطن کی طرف توجہ دلائی تو ہندوستان، آزاد قبائل، افغانستان اور ترکی کو انگریزوں کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا، آزادیٔ وطن کے لیے اُنہوں نے ایک آگ لگائی تھی، اس آگ نے آگے چل کر انگریزوں کے اقتدار کی ساری کائنات کو جلادیا، مالٹا کا وہ قلعہ جہاں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی اسارت کا زمانہ گزارا ہے جب تک باقی ہے اس مردِ مومن کی شرافت، عزم وہمت اور بزرگانہ اوصاف کی شہادت دے گا، دیوبند کی زندگی کے قدم قدم پر شیخ الہندؒ کی علمی اور عملی خصوصیات کا ایک نقش اُجاگر ہے۔"

(از: مولانا سیّد محمد ازہر شاہ قیصرؒ)

مرزا قادیانی کا تعارف وکردار

(۲۹)

حافظ عبیداللہ

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کے لئے وعیدیں بہت سی آیات میں وارد ہوئی ہیں، خود مرزا قادیانی نے بھی اقرار کیا ہے اکہ ”خدا پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ،رخ18،صفحہ210)

آیئے دیکھتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام پاک پر بولے گئے جھوٹوں کے چند نمونے۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر1

”اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔“

(تحفۃ الندوۃ،رخ19،صفحہ98)

مرزا قادیانی نے چونکہ یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ عیسیٰ بن مریم ہے، جب اس سے سوال کیا گیا کہ قرآن وحدیث میں عیسیٰ بن مریم نام کے صرف ایک نبی کا تذکرہ ہے تو اس نے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ یہ جھوٹ بولا کہ قرآن میں میرا یعنی غلام احمد بن چراغ بی بی کا نام ”ابن مریم“ رکھا گیا ہے۔ مرزا قادیانی تو اس دنیا میں نہیں رہا، کیا اس کا کوئی پیروکار ہمیں قرآن کریم کی وہ آیت دکھا سکتا ہے جس میں ہے غلام احمد بن چراغ بی بی کا نام ابن مریم ہے؟

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر2

”قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی۔“

(تذکرۃ الشہادتین،رخ20،صفحہ25)

مرزا قادیانی نے جب مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو اس نے ریل گاڑی (ٹرین) کو بھی اپنے مسیح ہونے کی نشانی کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا، چنانچہ اس تحریر میں وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث میں یہ لکھا تھا کہ مسیح موعود کے زمانے میں ایک سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی یعنی کہ ریل۔ کیا جماعت مرزائیہ قرآن کریم کی وہ آیت پیش کرکے جس میں یہ بات لکھی ہے اپنے گرو کو جھوٹا ہونے سے بچا سکتی ہے؟

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر3

”اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔“ (کشتی نوح،رخ19،صفحہ5)

مرزا قادیانی نے اپنے مسیح ہونے کی ایک دلیل یہ پیش کی کہ چونکہ میرے زمانے میں طاعون کی وبا پھیلی ہے اس لئے میں مسیح موعود ہوں، اس کے لئے اس نے نہ صرف قرآن کریم پر بلکہ کتب سابقہ پر بھی یہ جھوٹ بولا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی قرآن کریم میں اور نہ ہی تورات وانجیل (بائبل) میں کہیں یہ لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی، یہاں ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی جماعت قرآن کریم کی وہ آیت پیش کرکے جس کے اندر مسیح موعود کے وقت طاعون پڑنے کا ذکر ہو اپنے حضرت جی کو مرتد ہونے سے بچالے (کیونکہ مرزا نے لکھا تھا جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں)، یاد رہے قرآن کی وہ آیت درکار ہے جس میں مسیح موعود کے وقت طاعون پڑنے کا بیان ہو۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر4

”پس قرآن شریف میں جس کا نام خاتم الخلفاء رکھا گیا ہے اسی کا نام احادیث میں مسیح موعود رکھا گیا ہے اور اسی طرح سے دونوں ناموں کے متعلق جتنی پیشگوئیاں ہیں وہ ہمارے ہی متعلق ہیں۔“ (ملفوظات،جلد5،صفحہ554)

مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو خاتم الخلفاء اور مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے یہ جھوٹ بولا، قرآن کریم میں کہیں بھی خاتم الخلفاء کا لفظ نہیں اور نہ ہی کسی حدیث میں کسی کا نام مسیح موعود رکھا گیا ہے بلکہ مسیح موعود کا لفظ ہی قرآن وحدیث میں کہیں نہیں، احادیث مبارکہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نازل ہونے کا ذکر ہے اور اس نام کی صرف ایک ہستی کا ذکر قرآن وحدیث میں ملتا ہے، کیا جماعت مرزائیہ قرآن کریم کی وہ آیت پیش کر سکتی ہے جس کے اندر خاتم الخلفاء کا لفظ وارد ہوا ہے؟۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر5

”لیکن ضرور تھا کہ قرآن وحدیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھوں دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے فتوے دیے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیش گوئی انہی مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کی۔“

(اربعین نمبر3،رخ17،صفحہ404)

جب مرزا قادیانی نے اپنے گمراہ کن اور کفریہ

عقائد کا اظہار کرنا شروع کیا تو علماء امت نے لوگوں کو اس کے شر پر مطلع کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ کے مطابق فتوے جاری کیے کہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے، مرزا قادیانی نے اسے بھی اپنے مسیح ہونے کی دلیل بنا لیا اور یہ جھوٹ گھڑا کہ قرآن وحدیث میں یہ پیش گوئی موجود ہے کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اس کے خلاف علماء فتوے دیں گے اور اسے کافر قرار دیں گے ۔ کیا مرزا قادیانی کا کوئی پیروکار قرآن کی وہ آیت یا وہ حدیث شریف پیش کرسکتا ہے جس میں یہ بات بیان ہوئی ہے؟۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر 6

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم اٹھا کر یہ خبر دی ہے کہ قرب قیامت میں مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہا السلام آسمان سے نازل ہوں گے (آسمان سے نازل ہونے کے صریح الفاظ احادیث صحیحہ میں وارد ہیں جیسا کہ باب دوم میں بیان ہوا)۔ لیکن مرزا قادیانی نے یہ نرالی منطق ایجاد کی کہ جن عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر ہمارے آقا نے دی ہے ان سے مراد ایک مثیل مسیح ہے، اپنے اس فریب کو ثابت کرنے کے لئے مرزا نے یہ جھوٹ بولا کہ:

”قرآن کریم اور احادیث صحیحہ یہ امید اور بشارت بصراحت دے رہی ہیں کہ مثیل ابن مریم اور دوسرے مثیل بھی آئیں گے۔“

(ازالہ اوہام، رخ 3 صفحہ 314)

ہم جماعت مرزائیہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی ایک آیت اور ایک صحیح حدیث پیش کردیں جس میں بصراحت کے ساتھ یہ بشارت دی گئی ہے کہ کسی مثیل ابن مریم نے آنا ہے، اگر ایسی کوئی آیت یا صحیح حدیث پیش نہ کی جائے تو یاد رکھیں مرزا قادیانی نے خود لکھا تھا کہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر 7

مرزا قادیانی اپنی عمر کے تقریباً 52 سال (سنہ 1891ء تک) وہی عقیدہ رکھتا تھا جو امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زندہ ہیں اور وہی دوبارہ تشریف لائیں گے، اپنی سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ میں جو مرزا نے بقول خود ملہم من اللہ ہو کر تجدید دین کی خاطر تصنیف کی تھی اور جس کتاب کو مرزا کے دعویٰ کے مطابق نبی کریمؐ نے اس کے خواب میں آ کر پسند بھی فرمایا تھا، مرزا قادیانی نے قرآن کی آیات سے یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور کفر و شرک کا صفایا کردیں گے، لیکن پھر 1891ء کے بعد اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے خدا نے الہام کر کے مجھے بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام فوت ہو چکے ہیں (جی ہاں مرزا کے مطابق وفات مسیح کا راز اسے الہام کے ذریعے معلوم ہوا نہ کہ قرآن کریم سے)، چنانچہ اب وہ اسی قرآن سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت کرنے کے درپے ہو گیا، اسی کوشش میں اس نے یہ لکھا:

”قرآن بضرب دہل فرما رہا ہے کہ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ زمین میں دفن کیا گیا ہے آسمان پر اس کے جسم کا نام و نشان نہیں۔“

(تحفہ گولڑویہ، رخ 17 صفحہ 165)

کیا مرزا قادیانی کا کوئی پیروکار قرآن کی وہ آیت ہمیں بتائے گا کہ کس سورت یا پارے میں ہے جس میں قرآن نے بضرب دہل یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں دفن کیے گئے ہیں اور آسمان پر ان کے جسم کا نام و نشان نہیں؟۔ کیونکہ اگر قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں تو یاد رکھیں مرزا نے لکھا تھا جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر 8

”قرآن اور توریت سے ثابت ہے کہ آدم بطور توام پیدا ہوا تھا۔“

(تریاق القلوب، رخ 15 صفحہ 485)

توام عربی میں کہتے ہیں جوڑے کو، جسے عام زبان میں جڑواں بھی کہا جاتا ہے، مرزا قادیانی لکھ رہا ہے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت آدم جڑواں پیدا ہوئے تھے (غالباً اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے)، کیا مرزا قادیانی کا کوئی امتی قرآن کریم کی وہ آیت ہمیں دکھا سکتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کسی کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے تھے؟۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر 9

”اور میرے فضائل کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اور میرے ظہور کا ذکر بھی پر آشوب زمانہ میں ہونا لکھا ہے۔“ (خطبہ الہامیہ، رخ 19 صفحہ 170)

وہ قرآن کہاں پایا جاتا ہے جس کے اندر مرزا غلام احمد بن چراغ بی بی کے فضائل مذکور ہیں؟ اور وہ کون سی آیت ہے جس کے اندر چراغ بی بی کے بیٹے کے ظہور کا ذکر ہے؟، مرزا نے ٹھیک ہی لکھا تھا کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔

قرآن کریم پر جھوٹ نمبر 10

”قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ ایسا مفتری اسی دنیا میں دست بدست سزا پالیتا ہے اور خدائے قادر وغیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔“

(رسالہ دعوت قوم، رخ 11 صفحہ 49)

یہ بذات خود مرزا قادیانی کا قرآن کریم پر افتراء ہے، ایسی نصوص قطعیہ تو کیا ایک نص بھی قرآن میں نہیں جس میں یہ مضمون بیان ہوا ہو، خود مرزا قادیانی جیسے مفتری کا کئی سال زندہ رہنا اس بات کی

دلیل ہے کہ قرآن میں ایسی کوئی نص نہیں کیونکہ مرزا کے اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب پر افتراءات اور جھوٹ تو ثابت شدہ ہیں، اگر اللہ کا فیصلہ یہی ہوتا کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے تو مرزا سب سے پہلے ہوتا۔

مرزا قادیانی کے احادیث نبویہ پر بولے گئے چند جھوٹ

دوستو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مختلف الفاظ کے ساتھ بخاری ومسلم اور دوسری کتب حدیث میں متعدد بار مروی ہے کہ: "من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔" (صحیح البخاری، حدیث نمبر 110، صحیح مسلم، حدیث نمبر 3) نیز امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون، یأتونکم بالأحادیث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤکم، فإیاکم وإیاھم، لا یضلونکم ولا یفتنونکم" آخری زمانے میں بہت سے دجال اور کذاب پیدا ہوں گے وہ ایسی حدیثیں تم کو سنائیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں گی پس تم ان سے دور رہنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور آفت میں ڈال دیں۔" (مقدمہ صحیح مسلم: حدیث نمبر 7 صفحہ 12 دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن مرزا قادیانی اپنے جھوٹے دعووں کو ثابت کرنے کے لئے اپنی طرف سے جھوٹی باتیں بنا کر انہیں احادیث رسول کے نام سے پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کیا کرتا تھا، ہم یہاں نمونے کے طور پر مرزا قادیانی کے احادیث نبویہ پر بولے گئے صرف دس جھوٹ قارئین کے لئے پیش کرتے ہیں:

احادیث پر جھوٹ نمبر 1

مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث پر تحریف لفظی ومعنوی کی قینچی چلاتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں (مرزا کی چند تحریفات کا ذکر آگے آرہا ہے)، اسی طرح اس نے اپنی طرف سے جھوٹی باتیں گھڑ کر انتہائی دجل کا ثبوت دیتے ہوئے ان کا نام احادیث صحیحہ رکھا، چنانچہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے چودھویں صدی میں آنا تھا، اس نے لکھا:

"ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، رخ 21 صفحہ 359)

(جاری ہے)

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لئے مفید ہے
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
قیمت 1200 روپے
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
وزن 500 گرام
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی موثر اور مفید ہے۔
فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ سپلائی کالونی فیصل آباد
پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج، مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
فیصل
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزا کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید
33 اجزا

لانبی بعدی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر

36 واں

سالانہ ختمِ نبوۃ کورس

نامور علماء و مناظرین و
ماہرین فن لیکچر دیں گے
ان شاء اللہ

زیر سرپرستی

استاذ المحدثین
حضرت
مولانا
ڈاکٹر
عبد الرزاق اسکندر صاحب
دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

بتاریخ

29 اپریل 2017 تا 20 مئی 2017

بمطابق

3 شعبان ۱۴۳۸ تا 24 شعبان ۱۴۳۸

نوٹ: کورس میں شرکت کرنے والے ہر طالب علم کو مجلس کی طرف سے 5 ہزار روپے کی کتب فری دی جائیں گی

✤ کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے ✤ شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا ✤ کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی ✤ داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ

مولانا عزیز الرحمٰن ثانی
0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری
0300-6733670